Presented by: Rana Jabir Abbas

ادبی مضامین

jabir.abbas@yahoo.com

تحریر و تالیف:

پروفیسر آصف پاشا صدّیقی

ناشر: بَابُ الْعِلْمِ دَارُ التَّحْقِیْق

فروغِ ایمان ٹرسٹ، شمالی ناظم آباد، کراچی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

Knowledge for All
SABIL-E-SAKINA

یا عباسؑ

۷۸۶
۱۱۰-۹۲
یا صاحب الزماں ادرکنیؑ

DvD Version

لبیک یا حسینؑ

نذر عباس
خصوصی تعاون:
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری۔

www.ziaraat.com

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

NOT FOR COMMERCIAL

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ادبی مضامین

جدید اُردو ادبیات کا آسان مطالعہ

(برائے طلباء و طالبات)

jabir.abbas@yahoo.com

تحریر و تالیف:

پروفیسر آصف پاشا صدیقی

ناشر:

باب العلم دارالتحقیق

فروغِ ایمان ٹرسٹ، شمالی ناظم آباد، کراچی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام:..ادبی مضامین

تحریر:.................................پروفیسر آصف پاشا صدیقی

کمپوز و ترتیب:.....................ہیئت تحریریہ بابُ العلم دارالتحقیق

سنِ طباعت:...۲۰۱۰ء

تعداد:...۱۰۰۰

طبع:..اوّل

ناشر:...................................بابُ العلم دارالتحقیق

مطبع:...پرنٹ سپوٹ

قیمت:.......................................=/100 روپے

ملنے کا پتا

الحسن بک ڈپو

مسجد باب العلم، نارتھ ناظم آباد، کراچی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سجے بام و در و دیوارِ اُردو
مضامیں ہیں کہیں اشعارِ اُردو
لہو اپنا دیا آصفؔ نے خسروؔ
معطّر ہو نہ کیوں گلزارِ اُردو

(فیروز خسروؔ)

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

انتساب:

حضرت ناطق بدایونی اعلیٰ اللہ مقامہ (والد محترم)

اور

مسلمہ خاتون نہاں اعلیٰ اللہ مقامہا (والدہ محترمہ)

کی

اُن محبتوں اور شفقتوں کے نام.....

جن کے سبب ہم کسی قابل ہوئے

(آصف پاشا صدیقی)

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فہرستِ مطالب:

کچھ مؤلف کے بارے میں 7
پیشِ لفظ: 9
اُردو شاعری کا ارتقاء: 23
اُردو نظم و نثر کی مختصر تاریخ: 29
اصناف نثر 36
اُردو افسانے کا ارتقاء 41
مضمون نگاری پر مزید تحریر 44
اُردو ڈرامے کا ارتقاء 47
کچھ اُردو زبان کے بارے میں 51
اُردو نثر کا ارتقاء 59
سرسیّد احمد خان کی ادبی تحریک 69
خواجہ الطاف حسین حالی 73
شبلی نعمانی 76
محمد حسین آزاد 81
خواجہ حسن نظامی 85
میاں بشیر احمد 88
ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن صدیقی 90
ڈپٹی نذیر احمد دہلوی 91

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ادبی مضامین 6
مولانا عبدالحلیم شرر 94
خدیجہ مستور 96
پطرس بخاری 97
شوکت تھانوی 99
شفیق الرحمٰن 101
ابن انشاء 103
بیگم اختر ریاض الدین 104
خطوط غالب 105
اکبر الٰہ آبادی 108
ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ 109
رجب علی بیگ سرور 110
منشی پریم چند 115
مولوی عبدالحق 118
آغا حشر کاشمیری 121
سیّد امتیاز علی تاج 124
غلام عباس کی افسانہ نگاری 127
اصنافِ سخن 131
محاسن کا بیان 138
شاعری اور ارتقائے ادب 140

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مؤلف کا تعارف

جناب پروفیسر آصف پاشا صدیقی ایک مثالی اور اعلیٰ خاندان کے چشم و چراغ ہیں، یہ خاندان سبزوار (ایران) سے ہندوستان کے معروف علاقے بدایوں (جو کہ اُس وقت صوبہ تھا) میں مقیم ہُوا۔ اُس وقت ان کے بزرگ حضرت صدرالدّین اور حضرت حمیدالدّین تھے جو یہاں سکونت پذیر ہُوئے، کچھ عرصہ پہلے جب یہاں کے قاضیِ شہر کا انتقال ہوا تو اسی خاندان کے بزرگ قاضی شہر قرار پائے اور یہ خاندان جس علاقے میں مقیم تھا وہ محلّہ قاضی ٹولہ کے نام سے مشہور ہُوا۔ شجرۂ نسب کے حوالے سے آپ کے اجداد کا تعلّق حضرت ابوبکر بن ابوقحافہ اور حضرت اسماء بنتِ عمیس کے فرزند حضرت محمد ابنِ ابی بکر سے ہے

تقسیمِ ہندوپاک کے موقع پر شہرِ اولیاء ضلع بدایوں (صوبہ یوپی) سے خیر پور ہجرت فرمائی۔ آپ کے والد حضرت ابوالحسنین (ناطق بدایونی) عظیم شاعر اور بلند مرتبہ ادیب تھے۔ آپ کی تصنیف کردہ ایک کتاب ''جواہر ریزے'' تقریباً تیس برس سے بورڈ سے منظور شدہ نصاب کے تحت پڑھائی جاتی رہی ہے

جناب پروفیسر آصف پاشا صدیقی صاحب مختلف کالجز میں لیکچرار سے پروفیسر تک اور پروفیسر سے پرنسپل تک کا سفر طے کرتے ہوئے ریٹائرمنٹ کے وقت نبی باغ گورنمنٹ سائنس کالج کے پرنسپل رہے وہاں سے ریٹائرمنٹ کے بعد سندھ بورڈ کی کنٹرولنگ اتھارٹی نے بحیثیت کنٹرولر اگزامینیشن بورڈ مقرر کیا۔

اس کے بعد بحیثیت ڈائریکٹر ایجوکیشنل ریسرچ کراچی آپ کا تقرر ہوا، اور اب حال ہی میں بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن کے سیکریٹری کی حیثیت سے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ریٹائرڈ ہو کر علمی تحقیقی اور قلمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

آپ بہترین مقرر ہونے کی وجہ سے کامیاب لیکچرار اور شاگردوں کی تربیت کے سلسلے میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کی تصنیف کردہ کتب گیارہویں جماعت سے ڈگری کلاسز کے طلباء کے زیر مطالعہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی توفیقات میں اور اضافہ فرمائے۔ آمین

والسلام

محمد یعقوب شاہد آخوندی

محقق باب العلم دار التحقیق

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پیش لفظ:

از............حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سیّد شہنشاہ حسین نقوی قمی دام عزّہ

علم شعر اور صلاحیتِ شاعر:

شاعری ایک ایسی صنعت ہے، جس میں موہوم مقدمات اور نتیجہ دینے والے قیاسوں کو اس طرح مرتّب کیا جاتا ہے کہ چھوٹی چیز بڑی اور بڑی چیز چھوٹی ہوجائے۔ شاعر اچھائی کو بُرائی کا لباس اور بُرائی کو اچھائی کا لباس پہنا کر قہر و غضب، غم و آلام اور شہوانی کیفیات کو اُبھارتا ہے، تاکہ طبیعت میں تنگ دلی، حُزن و اندوہ اور سُرور و شادمانی پیدا ہو۔

شاعر کو کیسا ہونا چاہیے:

شاعر کو سلیمُ الفطرت، عظیمُ الفکر اور صحیحُ الطّبع ہونے کے ساتھ ساتھ جدید روِش سے آگاہ اور دقیق فکر و نظر کا حامل ہونا چاہیے۔ اپنے اردگرد کے رسم و رواج سے آگاہی بھی ضروری ہے۔ شاعر کو روزمرّہ کے محاوروں کے اعتبار سے خوش گو اور باہمی ملاقاتوں میں خوش خلق ہونا چاہیے۔ یہاں تک کہ اُس کا شعور اس درجے تک پہنچ جائے کہ گویا "صحیفۂ روزگار" قرار پائے اور زندہ دلوں کی زبان پر جاری ہوجائے۔ بہ قول رئیس الاحرار مولانا حسرت موہانیؒ۔

شعر در اصل وہی ہیں حسرتؔ
سنتے ہی دل میں جو اُتر جائیں

کوئی بھی شاعر اس وقت تک اس درجے پر نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ اپنی جوانی میں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بزرگوں کے کم از کم بیس ہزار اشعار کو نہ پڑھ لے اور دس ہزار اپنے زمانے سے کچھ قبل (قریب کے زمانے) کے اہلِ ادب کے کلمات اور جملوں کو نہ پڑھ لے کہ وہ کس طرح سخن کی تنگ و باریک راہوں سے گزرتے ہیں، تاکہ انواع و اقسام کے اشعار اُس کے علم و فن، ہُنر اور ذہن رسا پر نقش ہو جائیں اور اُسے عروض، قافیہ، ردیف، معانی اور الفاظ پر نقد و نظر، اشعار کی سرقت کا بخوبی اندازہ ہو جائے۔

(ماخوذ از کلیاتِ چہار مقالہ، مؤلف علی نظامی العروضی السمرقندی، طبع تہران)

ایک شاعر کے لیے یہ جاننا بھی بہت ضروری ہے کہ شعر کن اوزان پر کہا جاتا ہے۔ یُوں تو اُردو شاعری میں کل اُنیس (۱۹) بحریں رائج ہیں، انہی میں لوٹ پھیر کر شاعری ہو رہی ہے۔ عموماً جو بحریں زیادہ مستعمل ہیں، اُن کے نام اور ارکان درج ذیل ہیں:

بحرِ رَمل:

تقطیع: فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات
فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

نمونہ: لب پہ آتی ہے دُعا بن کے تمنّا میری
زندگی شمع کی صُورت ہو خدایا میری (علامہ محمد اقبالؒ)

بحرِ ہَزج:

تقطیع: مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن
مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نمونہ: حقیقت میں وہ لطفِ زندگی پایا نہیں کرتے
جو یادِ مصطفیٰؐ سے دِل کو بہلایا نہیں کرتے (مولانا عبدالحامد بدایونی)

بحرِ رَجَز (حربی کلام والی بحر)

تقطیع: مفاعلُن مفاعلُن مفاعلُن مفاعلُن
مفاعلُن مفاعلُن مفاعلُن مفاعلُن

نمونہ: بڑھے چلو چلے چلو بڑھے چلو چلے چلو
بڑھے چلو چلے چلو بڑھے چلو چلے چلو

بحرِ مُستزاد:

تقطیع: مفعول مفاعیل مفاعیل فعولُن ۔ مفعول فعولُن
مفعول مفاعیل مفاعیل فعولُن ۔ مفعول فعولُن

نمونہ: ہے عشق کے پھولوں میں یہ کانٹوں کا خزانہ ۔ کانٹوں کا خزانہ
دامن جو اُلجھ جائے تو دامن نہ چھڑانا ۔ دامن نہ چھڑانا (مختار اجمیری)

بحرِ مُتقارِب (اوّل)

تقطیع: فعلُن فعلُن فعلُن فعلُن فعلُن فعلُن فعلُن فعلُن
فعلُن فعلُن فعلُن فعلُن فعلُن فعلُن فعلُن فعلُن

نمونہ: کل تک پھُولوں پر تکیہ تھا بستر ہے اب خاروں پر
یہ قصّہ سُرخی میں لکھا ہے شہر کی سب دیواروں پر (مختار اجمیری)

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بحرِ مُتقارِب (دوّم)

تقطیع: فاعلُن فاعلُن فاعلُن فاعلُن فاعلُن فاعلُن فاعلُن فاعلُن
فاعلُن فاعلُن فاعلُن فاعلُن فاعلُن فاعلُن فاعلُن فاعلُن

نمونہ اے جبینِ عقیدت مُبارک تجھے سرورِ دیں کا وہ سنگِ در مِل گیا
جس کے صدقے میں تخلیقِ عالم ہُوئے اُس بنائے دوعالم کا گھر مِل گیا
(مختار اجمیری)

بحرِ مُتقارِب (ذیلی شاخ)

تقطیع: فعولُن فعولُن فعولُن فعولُن
فعولُن فعولُن فعولُن فعولُن

نمونہ: میں اس دور میں بھی غزل کہہ رہا ہوں
غزل بھی بیانگِ دہل کہہ رہا ہوں (مختار اجمیری)

رُباعی کی مخصوص بحر:

تقطیع: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

نمونہ:
انجامِ غضب کیا ہے پشیمانی ہے
تُو شکل بدلتا ہے تو نادانی ہے
غصے سے کوئی اور نہ ہو جائے گا تو
پانی کا بخار پھر وہی پانی ہے

علمِ عروض کے حوالے سے رہنمائی
از: استاد سیّد مختار علی اجمیری

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اُردو شاعری سے متعلق چند بنیادی معلومات (سوالاً جواباً)

س: حرفِ روی کسے کہتے ہیں؟

ج: وہ حرف جس پر قافیے کی بنیاد ہو، مثلاً ''آن'' اور ''جان'' میں ''ن'' حرفِ روی کہلاتا ہے۔ اگرچہ حرفِ روی کو قافیہ قرار دینا پسندیدہ نہیں ہے۔

س: بحر سے کیا مراد ہے؟

ج: بڑا دریا، بڑا سمندر، لہروں کی سی روانی، اُتار چڑھاؤ، عُرفِ عام میں شعر کا وزن، چند کلماتِ موزوں کا نام جن پر اشعار کا وزن ٹھیک کرتے ہیں، اُسے بحر کہا جاتا ہے۔ بحر کی جمع بُحور ہے۔

س: بحرِ طویل کسے کہتے ہیں؟

ج: ایک بحر (یا وزن) کا نام ہے، جو کہ لمبی اور بڑی ہوتی ہے، اسی لیے اس کو بحرِ طویل کہا جاتا ہے۔ مثلاً

اوّل و آخر جس کی رسالت، عرش کا جو مہمان بھی ہے
بعدِ خدا کے انسانوں میں سب سے بڑا انسان بھی ہے
(اعجاز رحمانی)

س: بحرِ قصیر سے کیا مراد ہے؟

ج: مختصر یعنی چھوٹی اور رواں و شگفتہ بحر کو عام طور پر بحرِ قصیر کہا جاتا ہے۔ مثلاً

میرے محمدؐ طٰہٰ ہیں
ملجا ہیں وہ ماویٰ ہیں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

س: ردیف کسے کہتے ہیں؟

ج: اصطلاحِ شعر میں وہ لفظ یا الفاظ کا مجموعہ جو کسی غزل، قصیدہ یا ابیات (بیت کی جمع) کے آخر میں قافیے کے پیچھے بار بار آئے۔

س: ردیف چمکنا کسے کہتے ہیں؟

ج: ردیف کا لُطف دینا ردیف چمکنا کہلاتا ہے۔

س: ردیف وار سے کیا مراد ہے؟

ج: حروفِ تہجی کی ترتیب سے کہا گیا کلام یا نثر ردیف وار کہلاتی ہے۔

س: قافیہ کس کو کہا جاتا ہے؟

ج: دو یا دو سے زیادہ فقروں یا مصرعوں کے آخر میں وہ یکساں حرکات و حروف جو ایسے الفاظ میں واقع ہوں، جن میں لفظی یا معنوی دونوں اختلاف ہوں۔ جیسے یار، اعتبار، کمال، جمال، اجل، رمل، جان، مان، انسان، مہرباں وغیرہ۔ قافیے کی جمع قوافی ہیں۔

س: قافیے کا ردیف سے چپکنا یا چسپاں ہونے سے کیا مراد ہے؟

ج: قافیے کا ردیف سے چپکنا یا چسپاں ہونے سے مراد یہ ہے کہ کلام نہ صرف پُر لُطف ہو، بلکہ دِلوں پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت بھی رکھتا ہوں۔ موزوں اور نہایت مناسب اشعار کے لیے کہا جاتا ہے کہ خوب قافیہ چسپاں ہوا ہے۔

س: قافیہ سنج کسے کہتے ہیں؟

ج: موزوں طبع شاعر کو قافیہ سنج کہا جاتا ہے۔

س: تقطیع سے کیا مراد ہوتی ہے؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ج: تقطیع سے مراد ہوتی ہے ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ شعر، وزن اور بحر معلوم کرنے کے لیے کسی شعر کے مختلف حصے کرنے کو تقطیع کرنا کہا جاتا ہے۔

س: شاعری میں وزن سے کیا مراد ہے اور اس کی کیا اہمیت ہے؟

ج: شاعری میں وزن سے مراد ہے تولنا، جانچنا کہ آیا کلام بھاری اور باوقعت ہے یا ہلکا اور بے وزن۔ علمِ عروض میں شعر کی بحر کو بھی وزن کہا جاتا ہے۔ جس طرح انگوٹھی بغیر نگینے کے کوئی اہمیت نہیں رکھتی اور کوئی بھی مصنوع بغیر سانچے کے تیار نہیں کی جاسکتی، اسی طرح وزن کے بغیر شعر کوئی اہمیت اور افادیت نہیں رکھتا۔ شعر اگر باوزن ہوگا، تب ہی معیاری ہوگا۔ مثال کے طور پر یہ قول شاعر۔

کوئی سمجھے تو ایک بات کہوں
عشق توفیق ہے، گناہ نہیں

س: مصرع کسے کہا جاتا ہے؟

ج: ایک کواڑ، ایک پٹ، آدھا شعر، نصف بیت کو مصرع کہا جاتا ہے۔

س: مصرعۂ طرح کسے کہتے ہیں؟

ج: وہ مصرع جو بحر اور ردیف و قافیہ بتانے کے لیے بطورِ نمونہ دیا جائے، اُسے مصرعۂ طرح کہا جاتا ہے۔

س: مصرع دولخت ہونے سے کیا مراد ہے؟

ج: شعر کے دونوں مصرعوں میں ربط نہ ہونے کو مصرع دولخت ہونا کہا جاتا ہے۔

س: مصرعِ برجستہ کسے کہا جاتا ہے؟

ج: جو مصرع بے ساختہ موزوں ہو جائے، اُسے مصرعِ برجستہ کہا جاتا ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

س: مصرع لڑنا سے کیا مراد ہے؟

ج: ایک شاعر کے مصرع سے دوسرے شاعر کا مصرع مطابق ہونا مصرع لڑنا کہلاتا ہے۔

س: مصرع لگانا کسے کہتے ہیں؟

ج: ایک مصرع پر دُوسرا مصرع لگا کر شعر پورا کرنے کو مصرع لگانا کہتے ہیں۔

س: تضمین سے کیا مراد ہے؟

ج: تضمین سے مراد ہے مِلانا، شامل کرنا۔ اصطلاحِ شاعری میں کسی مشہور مضمون یا شعر کو اپنی نظم میں داخل کرنا، شعر پر مصرع لگانا یا بند لگانا۔

س: تخلّص کسے کہتے ہیں؟

ج: وہ مختصر نام جو شاعر اپنے اصلی نام کی بجائے رکھ لیتے ہیں، تخلّص کہلاتا ہے۔

س: حُسنِ مطلع سے کیا مُراد ہے؟

ج: غزل یا قصیدے وغیرہ کا دوسرا مطلع حُسنِ مطلع کہلاتا ہے۔

س: نوحے اور مرثیے میں کیا فرق ہے؟

ج: نوحہ رونے، گریہ، آہ وزاری، پیٹنے، ماتم کرنے، لاش پر چلّا کر رونے بالخصوص غمِ امام حسین علیہ السلام میں رونے کو کہا جاتا ہے۔ لفظ ''نوحہ'' حضرت نوح علیہ السلام کے نام سے مشتق ہے، جن کی غیر معمولی گریہ وزاری تاریخ میں درج ہے۔ اسی طرح نوحہ خواں ماتم کرنے والے، امام حسین علیہ السلام کے مصائب بیان کر کے رونے اور رلانے والے کو کہتے ہیں، جب کہ مرثیہ اُس نظم یا اشعار کو کہتے ہیں، جن میں کسی شخص کی وفات یا شہادت کا حال اور ان مصیبتوں کا ذکر ہو۔ خصوصاً شہدائے کربلا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

علیہم السلام کا۔ یہ نظم مسدّس، مسمّط یا ترجیع بند یا ترکیب بند کے طور پر ہونی چاہیے۔

س: مرثیہ خواں کسے کہتے ہیں؟

ج: مرثیہ پڑھنے والے کو مرثیہ خوان کہا جاتا ہے، وہ شخص جو مجلسِ عزا میں جا کر مرثیے پڑھتا ہے۔

س: نظم اور غزل میں کیا فرق ہے؟

ج: لڑی، سِلک، موزُوں، کلام، اشعار وغیرہ کو نظم کہا جاتا ہے۔ نظم کسی ایک موضوع پر ہوتی ہے، جب کہ غزل کے لغوی معنیٰ ہیں عورتوں سے باتیں کرنا، عورتوں کے حُسن و جمال کی تعریف کرنا۔ نظم کی ایک صنف جس میں عشق و محبت کا ذکر ہوتا ہے۔ جس کا ہر شعر جداگانہ مضمون کا حامل ہوتا ہے۔ یہ بحر میں لکھی جا سکتی ہے۔ اس کا پہلا شعر مطلع اور آخری شعر مقطع کہلاتا ہے۔ (دورِ حاضر میں غزل میں ہر قسم کے مضمون باندھے جاتے ہیں، مگر زبان ایسی ہونی چاہیے جو غزل سے مناسبت رکھتی ہو)

س: غزل بنانا یا غزل چمکانا کسے کہتے ہیں؟

ج: غزل کی اصلاح کرنا غزل بنانا اور غزل کو اصلاح دے کر بہتر بنا دینے کو غزل چمکانا کہتے ہیں۔

س: کوئی چیز نظم کرنے سے کیا مراد ہے؟

ج: منظوم کرنا، موزوں اشعار میں لکھنا۔

س: حمد، نعت اور منقبت میں کیا فرق ہے؟

ج: خداوند کریم کی تعریف حمد کہلاتی ہے۔ نعت کے معنی ہیں مدح و ثناء، تعریف و

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

توصیف۔ حضورِ اکرم محمد مصطفیٰؐ کی تعریف میں مدحیہ اشعار نعت کہلاتے ہیں جب کہ منقبت کسی ایسی چیز کی تعریف و توصیف، مدح و ثنا خصوصاً چہاردہ معصومین علیہم السلام، شہدائے کربلا علیہم السلام اور دیگر بزرگانِ دین کے اوصاف بیان کرنا منقبت کے زُمرے میں آتا ہے۔

س: ساقی نامہ کسے کہتے ہیں؟

ج: وہ نظم جس میں ساقی سے خطاب کر کے شاہد و شراب کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ساقی نامے دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک وہ جو عشقِ مجازی پر مشتمل ہوتے ہیں اور دوسرے وہ جو عشقِ حقیقی اور اُس کے متعلقات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ عشقِ حقیقی والے ساقی ناموں میں حضور اکرمؐ اور مولا علی مرتضیٰ علیہ السلام، مالکِ کوثر، ساقیِ کوثر، جامِ ولا، شرابِ طہور، ولا کے مے خانوں وغیرہ کا تذکرہ ہوتا ہے۔ مثلاً اس ضمن میں حضرت وقار اجمیری کا یہ لاجواب شعر پیش کیا جا سکتا ہے۔

ہر جُرعہ جس کا حاصل ایمان و آگہی
حُبِّ علیؑ خُدا کی قسم وہ شراب ہے

س: سہرا اور رُخصتی کسے کہتے ہیں؟

ج: لغوی اعتبار سے وہ نظم جو لڑکے (دولہا) کی شادی میں سہرا بندی کے پُر مسرت موقع پر یا پھر تقریبِ عروسی میں شہ نشین، مسند (اسٹیج) پر ترنّم سے پڑھی جاتی ہے، اُسے سہرا کہا جاتا ہے، جب کہ شادی کی تقریب کے بعد لڑکی (دُلہن) کی اپنی سُسرال روانگی، وِداع کے وقت پڑھی جانے والی نظم کو عُرفِ عام میں رُخصتی کہا جاتا ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

س: شاعری میں نُدرتِ خیال کی کیا اہمیت ہے؟

ج: عمدہ چیزوں سے سجا کر شاعری کرنا، یکتائی، نادر پن، کوئی اچھوتا خیال، انوکھا پن، خوبی، عمدگی، انتہائی بلندیِ فکر وفن کو نُدرتِ خیال کہتے ہیں اور شاعری میں اِس کی وہی اہمیت ہے، جو انسانی جسم میں دماغ کی ہے۔ بہ قولِ سیف الدّین سیفؔ ؎

سیفؔ اندازِ بیاں بات بدل دیتا ہے
ورنہ دُنیا کی کوئی بات، نئی بات نہیں

س: محفلِ مقاصدہ کسے کہتے ہیں؟

ج: جس محفل میں کسی بزرگ کی شان میں قصیدہ خوانی کی جاتی ہے، اُسے محفلِ مقاصدہ کہتے ہیں۔

س: مجلس یا محفل مسالمہ سے کیا مراد ہے؟

ج: ایسی مجلس یا محفل جس میں سیّد الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی شانِ اقدس میں سلاموں کے گُل ہائے عقیدت پیش کیے جاتے ہیں، یعنی پڑھے جاتے ہیں، اُسے مجلسِ مسالمہ یا محفلِ مسالمہ کہا جاتا ہے۔

س: شریعتِ اسلامی میں کس شاعری کی مذمّت اور کس کی مدح کی گئی ہے؟

ج: قرآن حکیم کی سورۂ شعراء کی آیات ۲۲۴ تا ۲۲۷ ملاحظہ فرمائیں، جن کا ترجمہ حسبِ ذیل ہے:

''حالاں کہ ان میں اکثر تو (بالکل) جھوٹے ہیں، اور شاعروں کی پیروی تو گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہ لوگ جنگل جنگل سرگرداں مارے مارے پھرتے ہیں اور یہ لوگ ایسی باتیں کہتے ہیں جو کبھی کرتے نہیں، مگر (ہاں) جن

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کیے اور کثرت سے خدا کا ذکر کیا کرتے ہیں اور جب اُن پر ظلم کیا جا چکا، اس کے بعد انہوں نے بدلہ لیا، اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے انہیں عنقریب ہی معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس جگہ لوٹائے جائیں گے۔"

سورۂ شعراء میں دی گئی تعلیمات اور ہدایات کے مطابق اُس شاعری کی مذمت کی گئی ہے جو مُخرِبُ الاخلاق باتوں اور بے ہُودہ خیالات پر مشتمل ہو، ایسے شعراء کی مذمّت ظاہر ہے لازمی ہے، اس کے برعکس حکیمانہ خیالات کا نظم کرنا، حمد و نعت و مدحِ محمدؐ و آلِ محمدؐ، ائمہِ اطہار علیہم السلام، شہدائے کربلا علیہم السلام اور دیگر اولیاء و بزرگانِ دین کی شان میں شعر کہنا تو نہایت ممدوح اور موجبِ ثواب ہے۔ اور ایسی ہی شاعری اور شعراء کی مدح کی گئی ہے۔

س: شاعری میں سکتہ پڑنے سے کیا مراد ہے؟

ج: کسی شعر کی روانی میں نقص پڑنا، شعر کا وزن دُرست نہ ہونا سکتہ پڑنا کہلاتا ہے۔

س: کیا شعر میں اضافتیں ضروری ہے؟

شعر میں اضافتیں اتنی ضروری اور اہم ہوتی ہیں کہ اُردو شاعری کے اساتذہ کا کہنا ہے کہ ہر اضافت ایک حرف کا کام کرتی ہے۔

س: ضرورتِ شعری سے کیا مراد ہے؟

ج: ضرورتِ شعری سے مراد یہ ہے کہ کسی شعر میں اگر کوئی لفظ مکمّل نہیں آ رہا ہو تو اُسے مختصر کر سکتے ہیں۔ مثلاً طواف کو طوف کر لینا۔ ماہ کو مہ، خورشید کو خُور، راہ کو رہ اور ابراہیم کو براہیم کر لیتے ہیں۔

س: حرف کا گرنا یا بحر سے خارج ہونا کس کو کہتے ہیں؟

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ج: اس کو زحاف بھی کہا جاتا ہے۔ اصطلاحِ عروض میں وہ تغیّر جو بحر کے کسی رُکن میں کمی یا زیادتی کے باعث پیدا ہو۔ کوئی حرف اگر بحر سے گر رہا ہو تو اس کو کسی دوسرے حرف سے سہارا دینا پڑتا ہے۔ بسا اوقات کسی لفظ کا مترادف تلاش کر کے وہ لانا پڑتا ہے۔ کبھی حرف حذف کرنا پڑتا ہے، کبھی کوئی حرف شامل کیا جاتا ہے تاکہ حرف گرے نہیں، بحر سے خارج نہ ہو۔ مثال کے طور پر یہ شعر ملاحظہ فرمائیں۔

سُن رے کوی مختار اجمیری تیری کو یتا جیوے
آ کے کسی شب خوابِ سحر میں ہم کو سنا دے شعر

اس میں لفظ ''مختار'' کا ایک حرف ''ر'' گر رہا تھا، لہٰذا لفظ ''اجمیری'' کے ''الف'' نے اُس کو سہارا دیا اور یُوں بات بن گئی۔

س: قادرِ الکلام شاعر کس کو کہا جاتا ہے؟

ج: کلام پر قُدرت اور قابو رکھنے والے، غالب اور مختار، صاحبِ فن، اُستادِ فن کو قادرُ الکلام شاعر کہا جاتا ہے۔

یہ وہ عنصر اور ضروری معلومات تھیں، جن کا جاننا ایک ادبی ذوق رکھنے والے فرد کے لیے ضروری ہے۔ البتہ یوں تو ادبی اعتبار سے بہت سی کتابیں اور مضامین بہتر انداز میں طالب علموں کی اور ادبی تشنگی رکھنے والوں کی رہنمائی کرتے ہیں، مگر پروفیسر آصف پاشا صدیقی صاحب کے مضامین جو طالب علموں کے لیے مفید اور جو نصاب کی کتابوں سے متعلق تھے، انہیں مزید جامعیت دیتے ہوئے فنّی اور دقیق انداز سے پیش کیا ہے۔ اگرچہ یہ مضامین اُردو کے طالب علموں کے لیے مرتّب کیے گئے تھے مگر عمومی طور پر ہر اہلِ ادب ان سے استفادہ کر سکتا ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

باب العلم دارالتحقیق کو یہ ایک اور سعادت نصیب ہوئی ہے کہ ان مضامین کو ادبی دنیا کے لیے پیش کر رہے ہیں۔ شکر گزار ہوں پروردگارِ عالم کا جس نے بطفیل چہاردہ معصومین علیہم السلام اس کی توفیق نصیب فرمائی۔ اور باب العلم دارالتحقیق کے محققین جناب مولانا محمد یعقوب شاہد آخوندی، جناب مولانا محمد حسین کریمی، جناب سیّد ذوالفقار حسین نقوی اور جناب سیّد ساجد حسین نقوی (بادشاہ) کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس کی کمپوزنگ، تصحیح اور تزئین و آرائش میں اپنی خدمات پیش کیں۔

والسلام

سیّد شہنشاہ حسین نقوی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اُردو شاعری کا ارتقاء

انسانی جسم میں دل کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ دنیا کی رونقوں کو دوبالا کرنے میں جو اہم کردار نظر آتا ہے وہ بھی دل ہی کو حاصل ہے۔ دراصل احساسات اور جذبات کے محسوس کرنے کا نام دل ہے اور اس کے اظہار کا ذریعہ انسانی حرکات و سکنات ہیں۔ شاعری ایسے تمام انسانی احساسات، جذبات، حرکات وسکنات کو موزوں ترین اور مناسب الفاظ میں ادا کرنے کا نام ہے۔ لہٰذا ہر وہ شخص جو اس کو سنتا اور پڑھتا ہے، متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ اسی لیے نثر کے مقابلے میں شاعری ذہنوں کو زیادہ متاثر کرتی ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ اُردو زبان کے وجود میں آنے کے ساتھ ہی اردو شاعری کا ظہور ہوتا ہے۔ اب یہ حقیقت ہے کہ ماضی میں ہمارے آباء واجداد کی زبان اس خطے میں فارسی کے ہوتے ہوئے اردو وہ مقام نہ پا سکی جو اس کو ملنا چاہیے۔ ماضی کے شعراء اپنے فارسی ہوا کرتی تھی اور ہماری علمی و ادبی کاوشوں کے اظہار کا ذریعہ فارسی زبان تھی۔ ظاہر ہے کہ فارسی کلام پر فخر محسوس کرتے تھے اور ذائقے کی تبدیلی کے لیے اُردو میں شاعری کیا کرتے تھے۔

ابتدائی دور میں اُردو شاعری کی جو شکل ہمیں نظر آتی ہے، وہ اتنی واضح نہیں کہ جس کو ترتیب دے کر حقیقی اُردو شاعری کے آغاز کے سلسلے میں کوئی بات کہی جا سکے۔ لیکن امیر خسرو کی شاعری کہ جس کو ریختہ کہا جاتا تھا اردو شاعری کا نقطہ آغاز

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہوسکتا ہے ریختہ میں ایک مصرع ی اور ایک اردو میں ہوتا تھا یا آدھا فارسی اور آدھا اُردو میں ہوتا۔ ولی دکنی جو کہ صاحب دیوان شاعر تھے۔ تاریخی شواہد کی روشنی میں یقیناً اردو شاعری کے ابتدائی معمار کہے جاسکتے ہیں۔ اس کی تفصیل محققین کی آراء کی روشنی میں ہمیں یوں ملتی ہے کہ اگر ہم تمام محققین کی تحقیق کا جائزہ لیں تو ہم پر یہ انکشاف ہوگا کہ اردو شاعری کی ابتدا کے سلسلے میں ان کے درمیان واضح اختلاف موجود ہے۔ بابا فرید اور سلیمان کو جو کہ پنجاب سے تعلق رکھتے تھے اردو کا پہلا شاعر کہا گیا ہے۔ آزاد نے ولی دکنی کو پہلا شاعر ثابت کیا۔ بعض کی نظر میں امیر خسرو اردو زبان کے پہلے شاعر مانے جاتے ہیں اور کچھ قلی قطب شاہ دکنی صاحب دیوان شاعر کو اردو زبان کا پہلا شاعر ہونے کا اعزاز دیتے ہیں۔ دراصل اردو شاعری کی ابتدا بیجاپور اور گولکنڈہ (حیدرآباد) سے ہوئی۔ یہ وہ دور تھا جب سلطان محمد قطب شاہ، محمد قلی قطب شاہ، عبداللہ قطب شاہ، مولانا ہاشمی اور مولانا نصرتی کی شاعری کا سورج آب وتاب سے چمک رہا تھا۔ شاعری کا دوسرا دور اورنگ آباد میں عروج پاتا ہے۔ اس زمانے میں عزت، ولی، آزاد، داؤد اور سراج بہت نام پاتے ہیں۔ ادھر دہلی میں اردو شاعری کا ہمیں ایک ایسا زمانہ ملتا ہے جسے ہم تیسرے دور کا نام دے سکتے ہیں۔ یہاں جن شعراء نے شہرت پائی، ان میں شاکر ناجی، شرف الدین، مغموم، مبارک آبرو، مصطفے، اشرف علی فغاں، ظہور الدین حاتم اور محمد حسین کلیم ہیں۔ ولی دہلی آئے یہاں بڑی شہرت پائی جب لوگوں نے آپ کا دیوان دیکھا تو بڑے متاثر ہوئے۔ یہ دور شاعری کا ایک ایسا دور تھا کہ جس میں فارسی کم ہندی زیادہ نظر آتی تھی لیکن یہ اعزاز ولی کو ملا کہ جن کی وجہ سے لوگ فارسی اور ہندی کو ترک کر کے اردو میں شعر کہنے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لگے اور اس پر فخر کرتے۔

اُردو شاعری کا ایک ایسا دور آتا ہے کہ جس کا سورج آج تک اپنی روشن کرنوں سے اردو شاعری کو منور کیے ہوئے ہے۔ اس زمانے کے شعراء کو خدائے سخن، امام قصائد اور شہنشاہِ تصوّف کہا گیا ہے۔ میر تقی میر، مرزا رفیع سودا، خواجہ میر درد یقیناً شاعری کی دنیا کی قد آور شخصیتیں ہیں۔ مظہر جانِ جاناں، شاہ حاتم، ہدایت اللہ ہدایت، سید محمد میر سوز، انعام اللہ یقین، قدرت اللہ قدرت اور جعفر علی حسرت بھی اسی زمانے کے مشہور شاعر ہیں۔ یہ دور وہ ہے کہ جس میں میر حسن کو مثنوی گو شاعر کی حیثیت سے شہرت ملی۔ اس کے بعد کا زمانہ غلام ہمدانی مصحفی، انشاء اللہ خاں انشا، شیخ غلام علی راسخ، شیخ قلندر بخش جرأت اور میر حسن کا ہے۔ یہ تمام شعراء شاعری کی دنیا میں روشن ستارے کی مانند آج بھی جگمگاتے نظر آتے ہیں۔ آتش اور ناسخ کا دور بھرپور شاعری کا دور تھا۔ نوابین اودھ کی قدر دانیوں نے دہلی کے شعراء کو لکھنؤ آنے پر مجبور کیا اور یوں شعر کی دنیا میں بڑے نامور شاعر پیدا ہوئے۔

زمانے نے کروٹ لی اور دنیا نے دیکھا کہ شاعری کا آفتاب غزل کو ذہن عطا کرنے والا شاعر اسد اللہ غالب شعری ادب میں انوکھے انداز میں اچھوتے خیالات کے ساتھ نمودار ہوتا ہے۔ اس دور میں ذوق، مومن، ظفر اور شیفتہ جیسے شاعر ملتے ہیں۔ غالب اور مومن نے لکھنؤ کی روایات شاعری سے متاثر ہوئے بغیر اپنی الگ شاعری کی دنیا بسائی۔ یہ وہ راہ تھی کہ جس پر آج کا شاعر چل کر فخر محسوس کرتا ہے۔ ہم اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ لکھنؤ کے مزاج و حالات کی وجہ سے وہاں شاعری کی ایسی اصناف نے ترقی پائی جو اس سے پہلے کہیں نہیں پا سکی تھیں ان میں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ریختی واسوخت اور مرثیہ وغیرہ ہیں۔ مرزا دبیر اور انیس دو ایسے نام ہیں جو مرثیہ گوئی میں امام ہونے کا درجہ رکھتے ہیں۔

اُردو شاعری دو بستانوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔ ایک لکھنؤ کا دبستان شاعری اور دوسرا دہلی کا لکھنؤ کی شاعری کی خصوصیات مشکل قافیوں، لمبی ردیفوں، سنگلاخ زمینوں، صنعتوں اور لفظی رعایتوں میں نظر آتی ہیں۔ جبکہ دہلی کی شاعری میں روانی اور سادگی ملتی ہے۔ اسی دور میں ہمیں ایک اور ایسا عوامی شاعر نظر آتا ہے کہ جس کو اس کے نام سے ہی لوگ خراج تحسین پیش کرنے لگتے ہیں نظیر اکبر آبادی دہلی اور لکھنؤ دبستانوں کے تسلیم نہ کرنے کے باوجود اپنی شاعری کی بدولت عوام میں بے حد مقبول تھے۔ دراصل ان کی شاعری زندگی کی حقیقتوں کو اجاگر کرنے کا نام ہے اور دنیا کی تلخ حقیقتوں کو ان کے اپنے رنگ میں پیش کرنے کا نام ہے اور اس طرح نظیر نے عوامی زندگی سے تعلق رکھنے والا ہر مسئلہ عوامی انداز میں پیش کر کے جدید شاعری کی بنیاد رکھ کر اس کا بانی ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔

جب بات جدید اردو شاعری کی ہوتی ہے تو محمد حسین آزاد اور الطاف حسین حالی کا نام سرفہرست ہی نظر آتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اُردو شاعری میں جدید شاعری کا آغاز میجر فلر اور ڈاکٹر لائٹنر کے مشورے سے ہوا۔ میجر فلر لاہور کے محکمہ تعلیم میں ڈائریکٹر تھے۔ یہ لوگ چاہتے تھے کہ مشرقی زبانوں کی ترقی کے لیے کوئی ایسی انجمن بنائی جائے کہ جہاں تمام اہل قلم آزادانہ طریقے سے اپنے جوہر اجاگر کر سکیں۔ لہٰذا اس جذبے کے تحت انجمن پنجاب کی بنیاد رکھی گئی۔ اس انجمن کے تحت ایسے مشاعرے منعقد کیے جاتے کہ جہاں شاعر مصرعۂ طرح پر غزل کہنے کی بجائے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عنوانات پر نظمیں تخلیق کیا کرتے اور سنا کر داد حاصل کرتے ۔آزاد اور حالی اس انجمن کے روح رواں تھے۔اس دور کے جدید شعراء میں جن لوگوں نے نام پیدا کیا، ان میں شبلی ،اکبرالہ آبادی،مولانا محمد اسماعیل میرٹھی ،چکسبت اور سرور جہاں آبادی وغیرہ شامل ہیں۔ان تمام شعراء کا اپنا ایک خاص اندازِ شاعری تھا۔یہ لوگ عنوانات کے تحت نظمیں سناتے تھے۔مثلاً شبلی کو لیں تو معلوم ہوگا کہ وہ اچھے نثر نگار ہونے کے ساتھ ایک اچھے شاعر بھی تھے۔ان کی بہترین نظم ''عدل جہانگیری'' کا تو کوئی جواب ہی نہیں ۔اس دور میں اگر ہم مزاحیہ انداز میں بھرپور طنز تعمیری پہلو لیے ہوئے کسی شاعر کے ہاں دیکھنا چاہتے ہیں تو وہ اکبرالہ آبادی ہیں ۔اسماعیل میرٹھی اپنی منفرد نظموں وجہ سے حالی اور آزاد سے کچھ آگے ہی نظر آتے ہیں ۔سرور جہاں آبادی کی نظمیں سادگی کے ساتھ حقیقت پسندی کا مرقع ہوتی ہیں اسی طرح چکسبت کی شاعری جذبات اور مناظر کی عکاسی کا نام ہے۔

بیسویں صدی میں بڑے قد آور شاعر ہوئے کہ جنہیں غزل اور نظم پر یکساں قدرت حاصل تھی ۔علامہ اقبال ،علامہ سیماب اکبرآبادی ،شاعر انقلاب جوش ملیح آبادی ان میں سے ہر شاعر اپنی جگہ آسمان کی مانند ہے کوئی کسی سے کم نہیں۔ حالی اور آزاد کی جدید شاعری کا جادو اور اس کا طلسم ایسا تھا کہ شاعری کی دنیا میں غزل بھکاری بن چکی تھی۔ ہر طرف جس کو دیکھو وہ نظم کی مالا جپتا نظر آتا تھا،لیکن وقت نے کروٹ لی اور حسرت موہانی ،اصغر گنڈوی ،فانی بدایونی ،مولانا صفی لکھنوی اور جگر مرادآبادی نے غزل گو شاعر ہونے کا اعزاز حاصل کر کے شاعری کی دنیا میں غزل کی آبرو رکھ لی۔ان تمام شعراء کا کلام جدید تقاضوں کی کسوٹی پر پورا اترتا ہے۔نظموں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کے ساتھ اس طرح غزل کا بھی سفر جاری رہا اور جدید غزل گو شاعر کی حیثیت سے ہمیں اور بہت سے نام ملتے ہیں کہ جنہوں نے غزلیں کہہ کر ان کے حسن کو دوبالا کر دیا۔ان کی غزلیں فکری انداز کی ہوتیں۔ان شعراء میں بڑے قد آور شاعر ہمیں نظر آتے ہیں۔مثلاً فراق گورکھپوری، فیض احمد فیض، مولانا ظفر علی خان، حفیظ جالندھری اور احسان دانش وغیرہ۔

استاد قمر جلالوی جذبی، بہزاد لکھنوی، مجاز، ساغر، فانی، شکیل بدایونی، عدم اور ماہر القادری یہ وہ تمام نام ہیں کہ جنہوں نے غزل کو عشق و محبت کے لطیف احساسات کے ساتھ دنیا کی تلخ حقیقتوں اور سسکتی ہوئی انسانیت کا ترجمان بنا کر پیش کیا اور آج بھی چند نوجوان شاعر جدید شاعری کے تقاضے پورے کر رہے ہیں۔یعنی نظم اور غزل دونوں میں ان شعراء کی شاعری کے اعلیٰ نمونے ملتے ہیں۔ان میں چند نام ہیں۔عبید اللہ علیم، پروین شاکر، فیروز خسرو اور حسن اکبر کمال وغیرہ۔۔۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اُردُو نظم ونثر کی مختصر تاریخ

کب نظم ونثر نے اُردو میں رواج پکڑا، اس کی نسبت کوئی محققانہ قول دکھائی نہیں دیتا۔ کہتے ہیں کہ اس زمانے میں انشاء پردازی کی ابتدا عہد تیمور میں ہوئی، اس بادشاہ کے ہندوستان پر تسلط کا زمانہ ۱۳۹۸ھ ہے۔ بعض مصنفین یہ بھی لکھتے ہیں کہ اُردو نظم ونثر اس سے بہت پہلے رواج پا چکی تھی۔ ان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ گیارہویں صدی عیسوی کے آخر میں مسعود بن سعد نے ایک دیوان بزبان ارسو ترتیب دیا تھا۔ علاوہ اس کے سعدی اور خسروی نے بھی سترہویں صدی عیسوی کے آخر میں اس زبان میں طبع آزمائیاں کی تھیں۔ ظاہراً یہ سب اقوال پایۂ تحقیق سے بہت بعید نظر آتے ہیں۔ بہرحال ذیل میں وہ امور، حوالہ جات قلم بند کیے جاتے ہیں، جن کی صحت کتابی وسائل سے درجۂ یقین رکھتی ہے۔ جاننا چاہیے کہ اُردو کی انشاء پردازی کا مبداء ملک دکھن ہے گولکنڈہ اور بے جاپور میں اس زبان نے ایک ممتاز صورت پیدا کی ان دونوں مقاموں کے بادشاہوں کو اس زبان کی ترقی ملحوظ رہی۔ گولکنڈہ میں شجاع الدین نے غزلیں لکھیں ابن نشاطی نے دو مثنویاں معروف بہ طوطی نامہ و پھول بن تصنیف کیں۔ تحسین الدین نے بھی ایک مثنوی لکھی۔ اس مثنوی میں کامروپ اور کیلا کی کہانی منظوم ہے، کامروپ اور بڑے اودھ کا راجہ تھا اور کیلا سراندیپ کے راجہ کی بیٹی تھی۔ یہ ایک دلچسپ عشقیہ مثنوی ہے اور بڑے شاعرانہ مذاق سے خبر دیتی ہے۔ اسی طرح بیجاپور میں نصرتی نے جو ایک برہمن تھا دو مثنویاں معرف بہ گلستان عشق وعلیؑ نامہ تصنیف کیں۔ یہ سب شعراء عہدِ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اورنگ زیب سے بہت پہلے گزرے ہیں۔اس کے بعد ولی اور سراج نے اپنے حسن طبیعت سے اُردو کو زینت بخشی۔ان دونوں شاعروں کی نشو ونما کا زمانہ ۱۶۸۰ء سے لے کر ۱۷۲۰ء تک معلوم ہوتا ہے، مگر جب شاہان دکن کو اورنگ زیب نے زیروزبر کر ڈالا، تب اردو نے اپنے مولد سے جلاوطنی اختیار کر کے دلی کو اپنا مسکن بنایا۔ولی کا دیوان پہلے پہلے اس دارالحکومت میں ۱۷۱۹ء میں پہنچایا۔یہ محمد شاہ کی حکومت کا دوسرا سال تھا۔شاہ حاتم نے ولی کی تقلید شروع کی اور دیوان لکھے۔شاہ حاتم کے ہم عصر ناجی، مضمون اور آبرو تھے۔ان لوگوں نے خوب خوب غزل سرائیاں کیں۔شاہ حاتم ۱۶۹۹ء میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹۲ء میں رحلت فرمائی۔دلی میں اُردو شاعری کے رواج دینے والے شاہ حاتم ہی گزرے ہیں۔ان کے نامی شاگردوں میں مرزا رفیع سودا ہیں۔اور ایسے شاگرد ہیں کہ بڑے بڑے استادوں کو ان کی شاگردی پر ناز کرنا درست و بجا ہے۔پھر ولی کے نام استادوں میں خان آرزو بھی تھے۔ان کا سن پیدائش ۱۶۸۹ھ اور سن ممات ۱۷۵۶ھ۔میر تقی میر ان کے شاگردوں میں تھے جو غزل سرائی میں اپنا تمام ہندوستان میں جواب نہیں رکھتے تھے۔حملۂ نادر کے بعد خان آرزو لکھنو کو چلے آئے اور اسی شہر میں سکونت اختیار کی، اسی طرح دلی کے پرانے شاعروں میں انعام اللہ خان یقین تھے۔انہوں نے ۱۷۵۴ء میں بہ عہد احمد شاہ پچیس برس کے سن میں انتقال فرمایا۔ایں ماتم سخت اسے کہ گویندہ جواں مرد۔ان استادوں کے ہم عصر خواجہ میر درد بھی تھے اور ایسے صاحبِ کمال تھے کہ آج تک ان کا نام السینۂ خلائق پر جاری ہے اور رہتی دنیا تک جاری رہے گا۔

واضح ہو کہ دہلی کی بربادی کے بعد اُردو کے اکثر شعرائے نامی نے لکھنؤ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

میں آ کر پناہ پکڑی۔ خان آرزو حملۂ نادر کے بعد ہی ۱۷۳۹ء میں لکھنؤ چلے آئے اسی طرح مرزا رفیع سودا، میر تقی میرؔ، میر حسنؔ، میر سوزؔ قلندری بخش جرأت بھی ترک وطن کر کے وارد لکھنو ہوتے گئے، علاقہ اودھ ہی میں رحلت پائی۔ میر حسن کی وفات ۱۷۸۶ء میں، سوز کی ۱۸۰۰ء میں اور جرأت کی ۱۸۱۰ء میں ہوئی۔ میر حسن ایک اچھے غزل سرا تھے۔ مگر ان کی شاعری کی شہرت کی وجہ ان کی مثنوی معروف بہ سحر البیان ہے۔ یہ وہ مثنوی ہے کہ اپنا جواب نہیں رکھتی۔ میر محمدی سوزؔ بڑے طباع تھے اور ریختی میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ جرأت کی طبیعت داری بھی مشہور دیار و امصار ہے۔ اور فی الواقع ان کی شاعری قابل لحاظ ہے۔ ان کاملین کے ترک وطن کرنے سے البتہ دلی خالی ہوگئی مگر اس سرزمین میں پھر نامی شعراء پیدا ہوتے گئے۔ ذوقؔ نے سر نو سے شاعری کو چمکایا، مومن خان نے ملک سخن میں خوب ہی اپنا سکہ جمایا۔ غالبؔ نے، میر تقی میر کے زمانے کو زندہ کر ڈالا۔ مصحفی نے بھی لکھنؤ سے آ کر دلی میں خوب شاعری کے لطف دکھائے اور دلی ہی کے ہو کر رہ گئے۔ آخری شاعر دہلی کے غالب ہیں۔ اُنہی کے ساتھ دہلی کی شاعری رخصت ہوگئی۔ ان کی وفات کا سن ۱۸۶۹ء ہے، جاننا چاہیے کہ جس وقت استاد ان دہلی لکھنؤ نہیں پہنچے تھے اس شہر میں اردو کی شاعری کو کوئی ممتاز درجہ حاصل نہ تھا مگر ان حضرات کے آنے سے لکھنؤ میں ہر سمت دھومیں مچ گئیں۔ طبیعت داروں نے سخن سنجی کے مشغلے اختیار کیے۔ شاعری کی نئی روشیں ایجاد ہونے لگیں۔ حتیٰ کہ دہلی کی شاعری سے ایک دوسرے رنگ کی شاعری ظہور میں آئی۔ یعنی استاد ناسخؔ نے غزل سرائی کا ایک خاص رنگ پیدا کیا۔ اور آتشؔ بھی صنفِ شاعری کو دہلی والوں سے الگ ہو کر برتنے لگے۔ پھر ان دونوں استادوں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کے شاگردوں نے غزل سرائی کی مختلف راہیں نکالیں اور اپنے کمالات کی بدولت مشہور دیار و امصار ہوتے گئے ان دونوں استادوں کے مشہور شاگردوں میں خواجہ وزیر گویا، برق، بحر، رند اور صبا ہیں۔ ہر ایک ان میں استاد کا درجہ رکھتے تھے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جیسے شاگردان نامی ان دونوں شاعران گرامی کو نصیب ہوئے، کم کسی اُردو شاعر کو نصیب ہوئے۔ اہل انصاف سے پوشیدہ نہیں ہے کہ ہر چند لکھنؤ میں اُردو غزل سرائی نے بہت کچھ فروغ پایا۔ مگر دہلی والوں کی غزلیت کا لطف غزل سراہان لکھنؤ اپنی غزلوں میں پیدا نہ کر سکے۔ سچ یہ ہے کہ غزل سرائی دہلی والے کر گئے۔ لیکن مسدس نگاری حضرات اہل لکھنؤ نے ایسی کی کہ دہلی والے کیا اہل شیراز اور اہل اصفہان کو بھی نصیب نہ ہوئی۔ اگر مشعل لے کر بھی کوئی شخص تمام دنیا میں میر انیس اور مرزا دبیر کی مسدس نگاری کا جواب ڈھونڈے گا تو بالیقین کہیں نہیں پائے گا۔ میر انیس نے اردو کی شاعری کو اپنے مسدس نگاری سے اس درجے تک پہنچا دیا ہے کہ اس کی ہوا بھی فارسی اور عربی شاعری کو نہیں لگی ہے۔ جس کی مرثیہ نگاری سے معلوم ہوگا کہ رزمی شاعری میں میر انیس، ہومر، ملٹن، ورجل اور فردوسی پر غالب ہیں۔

المختصر کوئی شک نہیں کہ اُردو کی رزمی شاعری درجۂ کمال پر لکھنو میں پہنچی اور حق تو یہ ہے کہ یہ امر حضرات اہلِ لکھنؤ کے لیے ایک بڑا سرمایۂ ناز ہے، اسی طرح مرزا دبیر نے شاعری کا مرتبہ ایسا بلند کر دیا کہ اُردو زبان میں شاعری ایسے دیدۂ حیرت سے دیکھی جاتی ہے۔ اربابِ حقیقت سے پوشیدہ نہیں ہے کہ لکھنؤ میں مرثیہ نگاری اس درجہ کمال کو پہنچ گئی ہے کہ خود کمال شاعری ہو رہی ہے۔ اگر شعرائے لکھنؤ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رزمی شاعری میں ایسا کمال پیدا نہیں کرتے تو مجرد غزل سرائی اور مثنوی نگاری کی بنیاد پر ان کو شعرائے دہلی پر کسی طرح کی ترجیح حاصل نہ ہوتی۔ اس صنف شاعری کو فروغ دینے والے میر مونس صاحب بھی تھے۔ پھر میر وحید صاحب نے میر انیس کے زمانے کو زندہ کرنا شروع کر دیا تھا کہ اجل نے مہلت نہ دی۔ حیف صد حیف!!، افسوس! صد افسوس! آخر میں میر نفیس صاحب نے مرثیہ نگاری کو رونق بخشی مگر واحسرتا!!! وادردا!!! اب وہ بھی نہیں رہے۔ خاندان مرزا دبیر صاحب میں صرف ان کے بیٹے اوج صاحب نام آور نکلے۔ فنِ شاعری کے لیے درازیِ عمر کی بڑی حاجت ہے۔ شاعری تب ہی جوان ہوتی ہے جب شاعر عالم پیری کو پہنچتا ہے۔ مرزا اوج کی مرثیہ نگاری بہت کچھ جدت کی خبر دیتی ہے۔ ان کی شاعری نقالی نہیں ہے ہرگز ایسی نہیں کہ سو پچاس عمدہ مراثی سے مرزا صاحب اقتباس مضامین کر کے ایک مرثیہ بنا لیتے ہیں۔ بلکہ روایات صحیحہ کو منظوم فرماتے تھے اور خود ایجاد و اقوال سے امامؑ اور خاندان امامؑ پر اتہام نہیں لگاتے ہیں۔ واضح ہو کہ جب لکھنؤ اور دہلی میں اُردو شاعری میں ممتاز شکل پیدا ہوئی تو اور شہروں میں بھی حضرات طباع نے سخن سنجی کا مشغلہ اختیار فرمایا۔ چنانچہ میر ولی محمد نظیر اکبر آبادی نے علاوہ مسدسوں کے بہت سی مثنویاں اور غزلیں لکھیں، یہ شاعر بھی مشہور دیار و امصار ہے۔ اس کے نیچرل بیانات بہت قابل توجہ ہیں۔ اس طباع کے کلام ایسے ہیں کہ نیچرل شاعری کو بخوبی داد دیتے ہیں۔ اس شاعر گرامی نے ۱۸۳۲ء میں رحلت فرمائی، اس طرح راسخ نے اپنی مثنویوں اور غزلوں سے پٹنہ کے نام کو روشن کیا۔ اور مولوی وحید الٰہ آبادی نے اپنے وطن کی عزت افزائی کی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں شاعر بڑے غزل سرا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

گزرے ہیں۔ راسخ تو پٹنہ کے میر تھے اور وحید امیر المعتز لین۔

اب حضراتِ قارئین اُردو کی نثر نگاری کے تاریخی حالات پر نظر فرمائیں۔ ارباب واقفیت سے پوشیدہ نہیں ہے کہ انیسویں صدی کی ابتدا میں ڈاکٹر جان گلکرسٹ صاحب نے اردو کی نثر نگاری کی طرف اپنی توجہ مبذول فرمائی، چنانچہ اردو کی درسی کتابیں ان کے وقت میں تصنیف ہوتی گئیں۔ انہوں نے بڑے بڑے نثاران وقت کو جمع فرمایا۔ ان کے عہد علم پروری میں حضراتِ مندرجہ ذیل کلکتے میں مجتمع تھے:

۱۔ سیّد محمد بخش حیدری: ان کی تصانیف سے طوطا مینا کی کہانی، آرائشِ محفل ومجلس، گلزارِ دانش، اور تاریخ نادری میں ان کی وفات کا سن ۱۸۲۸ء ہے۔

۲۔ میر بہادر علی حسینی: ان کی تصانیف میں نثر بے نظیر اور اخلاق ہندی ہیں۔ حسینی نے ۱۸۰۶ء میں وفات پائی۔

۳۔ میر امن لطف: ۱۸۰۲ء میں انہوں نے باغ وبہار تصنیف فرمائی، اسی سن میں انہوں نے نسخۂ گنج خوبی کو بھی شائع کیا۔

۴۔ شیر علی افسوس: ان کی تصانیف میں سے دو کتابیں ہیں ایک ارائش محفل اور دوسری باغ اُردو۔ سن وفات ۱۸۰۹ء ہے۔

۵۔ حافظ الدین احمد: انہوں نے ۱۸۰۳ء میں خرد افروز لکھی۔

۶۔ نہال چند لاہوری: کتاب مذہب عشق، جو گل بکاؤلی کا ترجمہ ہے ان کی تصانیف میں سے ہے۔ یہ ترجمہ ۱۸۰۴ء میں انجام کو پہنچا۔

۷۔ کاظم علی جوان: شکنتلا کے مترجم ہیں، اس کے علاوہ ایک کتاب

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

معروف بہ بارہ ماسہ بھی لکھی ہے۔ ۱۸۰۰ء میں کلکتہ کالج کے پروفیسر مقرر ہوئے۔

۸۔للوال قوی: یہ گجراتی برہمن تھے، انہوں نے چند ہندی کی کتابیں لکھیں ان کی اُردو تصانیف بھی ہیں۔

۹۔مظہر علی ولا: انہوں نے اردو زبان میں بادھونل کا قصہ ترجمہ فرمایا۔

۱۰۔اکرم علی: ان کی تصانیف میں اخوان الصفا ہے اس کے اتمام کا سن ۱۸۱۰ء ہے۔اجماع نثارانِ بالا ہوا یدا ہے کہ گلکرسٹ صاحب نے اُردو کی نثر نگاری کی طرف بڑی توجہ دی تھی۔ حقیقت حال بھی یہی ہے کہ اردو کی نثر جو اس وقت دیکھی جاتی ہے، اس کی ابتدائی ترقی موصوف کی کوششوں کا نتیجہ ہے، کوئی شک نہیں کہ اس وقت سے اردو کی نثر نگاری میں بھی ترقیاں ہوتی گئیں مگر انصاف یہی ہے کہ مصنفین بالا اردو کی نثر کے راہ بتانے والے تھے۔انہیں مصنفوں کی نثاریوں نے سکنائے ہندوستان کو نثر نگاری کی طرف مائل کر دیا۔ پھر تو کتنے اخبارات جاری ہوتے گئے۔ اور مختلف علوم وفنون کی کتابیں تصنیف ہوتی گئیں۔ گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ یورپی مذاقِ تحریر بھی پیدا ہوتا گیا۔اور ہر چند ابھی تک یورپی زبانوں کے مقابلے میں اُردو ایک بے حقیقت زبان ہے، تو بھی تقریباً ان دوسو برس کے اندر یہ زبان ترقی سے خالی نہیں رہی۔اس عہد کے نام ور نثر نگار سر سید احمد خان بہادر، شمس العلماء مولوی نذیر احمد اور شمس العلماء ذکاء اللہ خان بہادر ہیں۔ان حضرات کی تحریریں شائستہ اقوام کے نثاروں کے انداز کی ہوتی ہیں۔نثر کی ممتاز کتابوں میں غالب کی اُردوئے معلیٰ بھی ہے، مگر سوائے عمدگی زبان کے اس میں خیالات کے لطف کم ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اصناف نثر

داستان:

داستان ایسے طویل قصے کو کہتے ہیں جس کا ماحول طلسمی، غیر معمولی واقعات، شخصیات یا کردار، عجیب وغریب اور مافوق الفطرت عناصر اس کثرت سے ہوں کہ پورا قصہ قاری (پڑھنے والے) کو حیرت زدہ کر دے۔ دراصل داستان بہت سے قصوں پر مشتمل ہوتی ہے اور یہ قصے اپنی جگہ پر مکمل ہوتے ہیں۔ اس کی بنیادی خصوصیت داستان کی طوالت ہے جو کہ کئی سو صفحات پر مشتمل ہوتی ہے اور اس کا مرکزی کردار انسان ہوتا ہے۔ اُردو ادب میں داستانوں کی تاریخ بہت قدیم ملتی ہے۔ یہ طویل سلسلہ ملا وجہی کی ''سب رس'' سے لے کر رجب علی بیگ سرور کی ''فسانۂ عجائب'' تک ملتا ہے۔

ناول:

اٹھارویں صدی میں انگریزی ادب میں ناول نے جنم لیا اور انگریزی ادب کی یہ صنف تھوڑے سے ہی عرصے میں یورپ سے نکل کر پوری دنیا میں مقبولیت کا درجہ پا گئی۔ ناول اپنی جگہ پر بالکل ایک نئی صنف ادب تھی لہٰذا اُردو ادب میں بھی بہت جلد ایک خاص مقام پا گئی۔ دراصل ناول ایک ایسے نثری قصے کو کہتے ہیں کہ جس میں کسی خاص نقطۂ نظر کے تحت زندگی کی حقیقتوں کو پیش کیا جائے۔ اس کا مرکزی کردار ہیرو ہوتا ہے۔ اور قاری اس کردار کے ذریعے کائنات کی حقیقتوں سے آگاہی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حاصل کرتا ہے۔اس میں زندگی مختلف روپ میں نظر آتی ہے اور واقعات میں ایک منطقی تسلسل ہوتا ہے۔زیب داستان کے لیے ناول کو تخلیق کا روپ دیا جاتا ہے لیکن حقیقت نگاری اور صداقت بیانی اس کی بنیاد ہوتی ہے۔اردو ادب میں پہلے ناول نگار ڈپٹی نذیر احمد ہیں اور ''مرأۃ العروس'' ان کا پہلا ناول ملتا ہے۔نذیر احمد کے بعد سرشار اور شرر کا نام بھی ناول نگار کی حیثیت سے آتا ہے اور ان حضرات کے بعد یہ سلسلہ آج تک طویل سے طویل تر ہوتا چلا گیا ہے۔

افسانہ:

انگریز ادب سے اُردو ادب میں افسانہ ایک طویل سفر کے بعد پہنچا۔دراصل یہ امریکہ،فرانس اور روس میں پروان چڑھنے کے بعد انگلستان انیسویں صدی میں پہنچا تھا۔سب سے پہلے اُردو ادب میں انگریزی افسانوں کے ترجمے کیے گئے اور اس کے بعد آج تک بہتر سے بہتر کی تلاش میں اردو میں خوبصورت افسانے لکھے جانے لگے۔دراصل افسانہ مصروف انسان کی ضرورت اس لیے بنا کہ وہ داستانوں کی بھول بھلیوں سے نکل کر مختصر سے وقت میں ذہنی اسودگی حاصل کرنا چاہتا تھا۔

داستان، ناول اور افسانے میں فرق:

داستان ایک ایسے فرضی قصے کو کہتے ہیں جو طویل اور کئی ضمنی قصوں پر مشتمل ہوتا ہے۔اس کا ماحول تخلیاتی اور فضا طلسمی ہوتی ہے۔اس کی زبان بہت شاندار ہوتی ہے۔داستان کے مقابلے ناول کسی فرضی شخص کی زندگی کی مکمل کہانی کا نام ہے۔اس کے واقعات حقیقی اور کرداروں میں فطری ارتقا ملتا ہے۔اس کا ماحول اور فضا بالکل انسانی ہوتی ہے۔قاری کے لیے اپنائیت کا احساس ملتا ہے۔ناول میں ہر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کردار سے تعلق رکھنے والا قصہ پلاٹ اور مرکزی کردار سے منطقی طور پر تعلق رکھتا ہے۔

افسانہ زندگی کے کسی ایک پہلو کی ترجمانی کا نام ہے۔ اختصار و اعجاز اس کی بنیادی خصوصیت ہے۔ افسانے کی بنیاد یا اس کا مقصد زندگی کے کسی پہلو یا واقعے کی ایک جھلک دکھانا مقصود ہوتا ہے جبکہ ناول پوری زندگی کا حصار کیے ہوئے ہوتا ہے۔

ڈراما:

ڈراما یونانی لفظ ''ڈارو'' سے نکلا ہے۔ اس کا مطلب ہے ''عمل کر کے دکھانا''۔ دراصل زمانہ قدیم یونان میں ڈراما کسی نہ کسی شکل میں موجود تھا۔ ارسطو سے بہت پہلے لوگ یہاں اپنے دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے ڈراما کھیلا کرتے تھے۔ ارسطو کی کتاب (Poetico) میں اس فن پر تفصیلی گفتگو ملتی ہے۔ برصغیر میں بھی ڈراما زمانہ قدیم سے یہاں کے معاشرے میں پایا جاتا ہے۔ دراصل ڈرامے میں سب سے اہم عنصر اس کا تاثر اور الفاظ ہیں۔ زبان ایسی ہو کہ واقعات کی صحیح ترجمانی کر سکیں اور الفاظ کا صوتی آہنگ اپنا مکمل مطلوبہ تاثر چھوڑ سکے اور اس کے ساتھ اداکاروں کی زبان اور عمل کا بھی بڑا دخل ہے۔

مضمون:

مضمون انگریزی سے اُردو ادب میں متعارف ہوا۔ دراصل یہ ایسی صنف ہے جو جدید دور کا تحفہ ہے۔ ہر مضمون میں ہر مسئلے پر اظہار خیال ملتا ہے، لیکن اختصار کے ساتھ۔ مضمون نگار کسی بات پر تبصرے سے گریز کرتا ہے۔ اس کی تحریر بڑی شگفتہ ہوتی ہے۔ دراصل مضمون ایسی معلوماتی تحریر کا نام ہے جو زندگی کی حقیقتوں اور مسائل

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کی نشان دہی سے عبارت ہوتی ہے۔

انشائیہ:

انشائیہ میں زبان اور بیان کی سادگی، لطافت اور شگفتگی، فکری عنصر، اختصار، پُرکاری ملتی ہے۔ انشائیہ نگار موضوع پر اظہار خیال کے ساتھ اپنا تعارف بھی کراتا ہے۔ بات سے بات نکالنا انشائیہ نگاری کی بنیاد ہوتی ہے۔ یہ ایسی صنف نثر ہے جو مختصر بھی ہے اور بے ساختہ بھی۔ اس میں مصنّف کی ذات سب سے اہم عنصر کی حیثیت رکھتی ہے وہ مضمون کی طوالت سے ہٹ کر اپنے فکری احساسات کا اظہار شگفتہ اور ہلکے پھلکے انداز میں کرتا ہے۔ ایک بات اس میں بہت اہم ہوتی ہے کہ جس موضوع پر بحث کی جائے اس کا پہلو اجاگر نہ کیا جائے بلکہ قاری کے ذہن کو بھی زحمت دی جائے۔

تبصرہ:

تبصرہ نگاری بھی جدید اصناف ادب کی طرح اُردو میں انگریزی ادب سے متعارف ہوئی ہے۔ تبصرے کی بنیادی وجہ دراصل کتابوں کو لوگوں میں مقبول بنانا ہے، لہٰذا مختلف موضوعات پر مبنی کتابوں کے تبصرے اخبارات میں اسی مقصد کو مدنظر رکھ کر شائع کیے جاتے ہیں۔ اصل میں کسی اختلافی بحث میں پڑے بغیر کتاب کے خدوخال اُجاگر کر کے لوگوں میں متعارف کرانے کو تبصرہ کہا جاتا ہے۔

رپورتاژ:

یہ صنف ادب بھی جدید دور کی سوغات ہے۔ اہم واقعات، سفر، مشاہدہ، جنگی محاذ یا کسی بھی معاملے کے بارے میں لکھی گئی تحریر کو انگریزی میں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

''رپورٹ'' اور اُردو میں ''رپورتاژ'' کہتے ہیں۔ ایسی تحریر میں لکھنے والے کا نقطۂ نظر اور تخیل کو بھی دخل ہوتا ہے۔ دراصل رپورٹ میں لکھنے والا دلکشی پیدا کرنے کے خیال سے واقعات، مقامات اور کرداروں میں رنگ آمیز کرتا ہے۔

خاکہ:

ایک ایسی تحریر کہ جس کے ذریعے کسی بھی شخص کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو انداز میں پیش کرنا کہ دنیا کے سامنے متعارف ہو جائے۔ پڑھنے والا اُس شخص کے بارے میں اس طرح آگاہی حاصل کرے کہ اس پر خامیاں اور اچھائیاں دونوں آشکار ہو جائیں۔

آپ بیتی:

اپنی زندگی کے حالات، واقعات قلمبند کرنے کا نام ''آپ بیتی'' ہے۔ لکھنے والا اپنے حالات زندگی ایک تسلسل سے بیان کرتا ہے۔ یہ بالکل ایک ایسی تحریر ہوتی ہے کہ جس میں مصنّف اپنی زندگی کی ایسی سچی تصویر پیش کرتا ہے۔ جس میں اچھائیاں اور برائیاں، توازن اور اعتدال کے ساتھ نظر آتی ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اُردو افسانے کا ارتقا

اُردو ادب میں مختصر افسانہ انگریزی ادب سے آیا اور یہ صنف اردو ادب میں صنعتی دور کی ابتدا ہی سے مقبول ہو چکی تھی اور منشی پریم چند ایک عظیم افسانہ نگار کی حیثیت سے اُردو ادب میں پہچانے جانے لگے۔ پریم چند نے افسانے کا مرکزی خیال مغربی ادب سے لیا۔ لیکن اس کے استعمال میں اپنے ماحول کی روایت کا خاص خیال رکھا۔ ان کے افسانے ایسے موضوعات پر مشتمل ہیں کہ جن میں روز مرہ کے اوقات و حالات ملتے ہیں۔ ہمیں پریم چند کے افسانے عام طور پر دو طرح کے ملتے ہیں، ایک ایسے کہ جس میں پرانے رواجوں کے خلاف تنقید ملی اور دوسری طرف برصغیر میں انگریزی نظامِ حکومت پر کڑی نکتہ چینی۔

کفن، سوتیلی ماں، زادِراہ، بدنصیب ماں، حج اکبر، واردات، نئی بیور اور روشنی وغیرہ پریم چند کے مثالی افسانے ہیں۔

پریم چند کی تحریک:

پریم چند نے جس تحریک کو شروع کیا اس کو اعظم کریوی اور علی عباس حسینی نے آگے بڑھایا، لیکن ایک وقت ایسا آیا کہ علی عباس حسینی کی فکر پریم چند سے آگے نکل گئی۔ جس کے سبب یہ ترقی پسند افسانہ نگاروں کی صف میں شامل ہو گئے اور نئے نئے موضوعات سے افسانہ نگاری کو ارتقائی منزلوں تک پہنچایا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رومانیت اور اُردو افسانہ:

سجاد حیدر یلدرم اور نیاز فتح پوری نے اردو افسانے میں رومانیت کو شامل کیا۔ نیاز کے افسانے ظاہر محبت، شباب کی سرگزشت، اپنی مثال آپ ہیں۔ اسی دور میں دوسری زبانوں کے اعلیٰ افسانوں کے ترجمے بھی شائع ہوئے۔ جو کہ یلدرم، نیاز، جلیل اور سارک کی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔

زندگی کا تنقیدی جائزہ:

ترقی پسند تحریک جب عام ہوئی تو کرشن چندر اور احمد علی وغیرہ انسانی زندگی کا تنقیدی جائزہ لے رہے تھے اور اس کے برخلاف ترقی پسند منٹو اور عصمت چغتائی واقعات کی حقیقت اور انسانی مسائل کا ذکر کرتے ہوئے اپنے افسانوں میں جنسی مسائل کا تذکرہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس سلسلے میں عسکری اور ممتاز مفتی کا نام بھی آتا ہے۔ عام طور پر لوگوں نے ایسے افسانے ناپسند کیے مگر کچھ افسانے فن اور دلچسپی کے لحاظ سے بڑے معیاری ہیں۔ مثلاً منٹو کے افسانے ''ٹھنڈا گوشت'' اور کالی شلوار'' کو معاشرے میں بے حد پسند کیا گیا۔ اسی طرح عصمت چغتائی کے افسانے بھی اپنی جگہ ان کی بہترین تخلیق ہیں۔

اُردو افسانے کا مستقبل:

نفسیاتی افسانے بھی اپنا ایک خاص مقام معاشرے میں رکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہم سلطان حیدر جوش اور لطیف الدین احمد کے افسانے نظر انداز نہیں کر سکتے۔ جن افسانہ نگاروں کے ہاں زندگی خون میں غلطاں نظر آتی ہے اور جن کے افسانے معیاری افسانے ہونے کا درجہ رکھتے ہیں ان میں مجنوں گورکھپوری کا نام

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سرفہرست ہے۔ یلدرم نے ترکی کہانیوں کا اردو ترجمہ کیا۔ اس بھی افسانہ نگاری کے فن عروج ملا۔ حجاب امتیاز علی، عاشق حسین بٹالوی، میرزا ادیب، صادق الخیری اور اشرف صبوحی نے اپنے اپنے افسانوں سے افسانہ نگاری کے فن کو بہت آگے بڑھادیا۔ موجودہ دور کے افسانہ نگاروں کی صف میں احمد ندیم قاسمی کا نام سرفہرست ہے۔ انہوں نے بھی پریم چند کی طرح پنجاب کی دیہاتی زندگی کی عکاسی کی ہے۔ تقسیم ہند میں افسانہ نگاروں کے لیے بڑے موضوعات سامنے آئے، جن پر انہوں نے نئے انداز کے افسانے تحریر کیے۔ ان میں ایک بڑا نام قرۃ العین حیدر کا ہے۔ نئے لکھنے والوں میں مہندر ناتھ، بلونت سنگھ، شفیق الرحمن، ابراہیم جلیس، حاجرہ مسرور، خدیجہ مستور، عزیز احمد، ممتاز شیریں، شکیلہ اختر، قدرت اللہ شہاب اور مسعود شاہد کے نام آتے ہیں اور اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ اردو افسانے کا مستقبل روشن ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مضمون نگاری پر مزید تحریر:

جب کوئی مضمون لکھنا مطلوب ہو تو پہلے یہ سوچا جائے گا کہ آخر کیا بیان کرنا چاہتے ہیں، یعنی جو خیالات و واقعات ظاہر کرنے ہیں، پہلے ان کی فہرست مرتب کی جائے، جس طرح ایک فقرہ ایک خیال کو ظاہر کرتا ہے یا ایک پیراگراف ایک مدّعا کو بیان کرتا ہے اسی طرح ایک مضمون خواہ کسی قدر طویل یا کسی قدر پیچیدہ کیوں نہ ہو ایک موضوع سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لیے لکھنے سے پہلے راقم کو سوچ لینا چاہیے کہ میرا موضوع کیا ہے؟ اور موضوع ایک فقرے یا ایک ایسے خیال کی صورت میں ہونا چاہیے جو اس مضمون کے تمام ابواب پر محیط ہو، مثلاً ''ہندوستان میں اسلامی تمدن کا اثر''، ''مسلمان عورتوں کو طبی تعلیم کی ضرورت'' وغیرہ وغیرہ.....

خیالات کا کمال یہ ہے کہ وہ ایک قسم کی کہانی کی طرح تدریجی طور پر آگے بڑھیں اور ایسے مسلسل ہوں کہ اوّل سے آخر تک مخاطب کو احساس یہ ہو کہ کہیں ان کا سلسلہ ٹوٹتا ہے اور نہ طرز بیان پیچیدہ ہوتا ہے، اور یہاں یہ بھی ظاہر ہو جائے کہ وہ کون سے خیالات ہیں جو ایک دوسرے سے وابستگی رکھتے ہیں اور کون سے ہیں جو بالکل علیحدہ ہیں۔ طرز بیان ایسے مسلسل ہو کہ ہر ایک نیا خیال اپنے ماسبق خیال سے پیدا ہو اور بیان میں دلچسپی اور زور بڑھتا چلا جائے۔ جب ایک خیال سے دوسرے خیال پر گریز کرتے ہیں تو درمیان میں ایک جملہ یا فقرہ ایسا لاتے ہیں کہ جن میں جو کچھ بیان کرنا ہے دونوں کے مطالب کا کچھ نہ کچھ اشتراک ہو۔ یہ لفظ یا فقرہ کسی اصلی خیال پر مشتمل ہونا چاہیے۔ کسی مضمون کو شروع کرنے سے پہلے اس کی تمہید اٹھانی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بھی ایک کام ہے۔ تمہید ایسی ہو کہ مخاطب کو معلوم ہو جائے کہ آئندہ کیا بیان ہوگا اور وہ خود اس کی طرف متوجہ ہو جائے۔ بعض مضامین کسی زمانے میں عام طور پر زیر بحث ہوتے تھے اور ہر شخص اس کی نسبت غور و فکر کرتا رہتا تھا۔ ایسے مضامین سے متعلق لمبی چوڑی تمہید باندھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تمہید کی خوبی یہ ہے کہ مضمون کی طرف مخاطب کے خیالات کی رہنمائی کرے اور کوئی ایسا خیال بیان نہ ہو جائے جو آگے چل کر اصل موضوع سے غیر متعلق ہو۔ یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ جو مضمون آپ بیان کرنا چاہتے ہیں اس کا اصل مدّعا اور منشاء کیا ہے۔ لہٰذا سارے مضمون میں اسی منشاء کو مدنظر رکھا جائے گا اور اس کے ضمن میں دوسری باتیں اس قدر بیان ہوں جس قدر ان کی ضرورت ہے۔ مثلاً اگر قائداعظم محمد علی جناح کی کوششوں کا ذکر کرنا ہے جو انہوں نے مسلمانوں کے لیے انجام دیں تو تمہید ایسی ہو کہ مخاطب ان کو جاننے کا خواہشمند ہو۔ اس لیے قائداعظم کے حالات زندگی اور انہیں کھانے پینے میں کیا پسند تھا، سگار اور چائے کیسی پسند کرتے تھے، شیروانی کا کالر اور انداز کیا تھا وغیرہ وغیرہ کے بیان میں وقت ضائع نہ کیا جائے۔ یا مثلاً فیض محل خیر پور کی خوش نمائی اور طرز تعمیر کا بیان مقصود ہو تو اس طرح تحریر پیش کی جائے کہ پڑھنے یا سننے والے کے دل پر وہی اثر پیدا ہو جو متکلم کے دل پر دیکھنے سے ہوا۔ فیض محل کے مصارف تعمیر کا بیان ایسے موقع پر بے محل ہوگا۔

مضمون کا طویل یا قصیر ہونا اس کی اہمیت سے متعلق ہے۔ لہٰذا یہ کوئی قاعدہ نہیں کہ ہمیشہ مختصر تحریر پیش کی جائے۔ مضمون کی تین قسمیں ہیں:

الف: وہ مضامین جو مشاہدات کی بنیاد پر تحریر کیے جاتے ہیں جیسے سفر نامہ وغیرہ۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ب: وہ مضامین جو مصاحبتوں اور ملاقاتوں کا نتیجہ ہوتے ہیں جنہیں آج کی زبان میں انٹرویو بھی کہا جاتا ہے۔

ج: وہ مضامین جو مختلف کتابوں سے مرتب کیے جاتے ہیں، جیسے تالیفات وتصنیفات چنانچہ مضامین میں حوالہ جات کا ذکر انہی اقسام کی بنیاد پر مختلف ہوگا۔ مضمون کا اختتام اس انداز سے ہونا چاہیے کہ مخاطب یا قاری کو تشفی ہو جائے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اُردو ڈرامے کا ارتقاء

ڈرامے کی ابتداء:

دنیا میں ڈراما یا ناٹک کا وجود تہذیب و تمدّن کے آغاز سے بھی پہلے پایا جاتا ہے۔ ایّامِ جاہلیت میں وحشی لوگ اپنے تفریحی مشاغل کے لیے یا مذہبی فریضوں یا جنگ اور شکار سے پہلے سوانگ رچاتے، نقلیں کرتے اور اپنے اپنے انداز میں ناچتے اور ڈھول بجاتے تھے۔

یونان اور ڈرامہ:

اہلِ یونان نے ڈرامے کو باقاعدہ فن کی صورت میں تشکیل دیا۔ دراصل ڈراما یونانی زبان کے لفظ ''ڈارو'' سے نکلا ہے۔ ہر زبان میں ڈراما انسانی زندگی کی تصویر سمجھا گیا ہے۔ حقیقی معنوں میں ڈراما مجسم عمل کا نام ہے۔ ارسطو کے قول کے مطابق بھی ڈراما الفاظ و عمل دونوں کے مجموعے کا نام ہے۔

برصغیر اور ڈراما:

عام طور پر لوگ کہتے ہیں کہ برصغیر میں ڈراما پرتگالی لائے تھے۔ لیکن بعض محققین کا خیال ہے کہ سنسکرت میں ڈراما پہلے ہی سے موجود تھا، جو نوٹنکی اور ناٹک کی صورت میں ہندوستان کے ہر علاقے میں کھیلے جاتے تھے۔ اگر ہم اُردو ڈرامے کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو ہم پر یہ حقیقت آشکار ہوگی کہ سب سے پہلا ڈراما ''اندر سبھا'' ہے، جس کو امانت نے جو کہ ناسخ کے شاگرد تھے، ۱۸۵۳ء میں واجد علی شاہ کے کہنے پر تحریر کیا تھا جو کہ لوگوں میں بڑا مقبول ہوا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اُردو کا پہلا ڈراما:

''اندر سبھا'' اُردو کا پہلا ڈراما ہونے کے ناطے آنے والے تمام ڈراموں کی بنیاد بنا، اور تقریباً نصف صدی بعد تک کے اُردو ڈرامے ''اندر سبھا'' ہی کے انداز میں تحریر کیے جاتے رہے۔ کچھ عرصے بعد انگریزی ڈراموں نے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا اور شکسپیر کے تماشے لوگوں کو بہت پسند آئے۔ ان میں سے اکثر ترجمے کے ذریعے اسٹیج پر دکھائے جانے لگے۔

رسائل اور کتب میں ڈرامے:

برصغیر میں اُردو ڈراما بالکل نئی اور مقامی چیز ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فارسی ادب میں اس کا وجود ہی نہ تھا۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اُردو زبان میں بھی ڈرامے لکھے جانے لگے۔ چھاپے خانے وجود میں آنے کی وجہ سے رسائل اور کتب کی شکل میں لوگوں کے سامنے ڈرامے آنے لگے لیکن یہ ڈرامے اسٹیج کی عملی ضرورتوں کو پورا نہیں کرتے تھے۔ لیکن ان کی ادبی اہمیت میں کوئی کمی نہیں آئی۔

ڈراما یقیناً عملی چیز ہے:

دراصل ڈراما ایک عملی چیز ہے۔ انسانی فطرت میں تماشا دیکھنے کا شوق اور ڈرامے سے دلچسپی قدرت کی طرف سے عطا کردہ ہے اور اس کا تجربہ ہمیں روزمرّہ کی زندگی میں اکثر و بیشتر ہوتا رہتا ہے۔

اصنافِ ادب میں ڈرامے کی حیثیت:

ڈراما اصنافِ ادب میں سب سے اعلیٰ اور افضل درجہ رکھتا ہے۔ ایک اچھا ڈراما اسی وقت لکھا اور پیش کیا جا سکتا ہے کہ جب لکھنے اور پیش کرنے والا صاحبِ نظر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اور اس فن کو سمجھتا ہو۔

ریڈیو، فلم اور ٹیلی ویژن:

اُردو ڈرامے کی ترقی میں جہاں تک کتب و رسائل کا حصّہ ہے، وہاں ہم ریڈیو، فلم اور ٹی وی کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ سائنس کی ترقی نے ڈرامے کی شکل ہی تبدیل کر کے رکھ دی۔ جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ ڈراما دیکھنے اور سننے سے تعلق رکھتا ہے، مگر ہم اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کر سکتے کہ ڈراما ادبی تقاضوں کے تحت پڑھنے کی چیز بھی ہے۔ لہٰذا اُردو ادب میں دونوں انداز کے ڈرامے ہمیں کثرت سے ملتے ہیں۔

نئے رجحانات:

موجودہ دور میں اسٹیج اور تھیٹر کی بقا کے لیے بڑے معیاری ڈرامے تحریر کیے جا رہے ہیں۔ اس سلسلے میں بعض اصحاب نے اُردو ڈرامے میں نئے رجحانات پیدا کیے اور سماجی مسائل بڑی خوبصورتی سے پیش کیے ہیں۔ ذیل میں ہم اُن ممتاز ڈراما نگاروں کے نام تحریر کر رہے ہیں جو ڈرامے کی تاریخ میں ہمیشہ روشن ستارے کی مانند چمکتے رہیں گے:

۱) خواجہ معین الدین ۲) عشرت رحمانی ۳) بانو قدسیہ
۴) کمال احمد رضوی ۵) علی احمد ۶) سلیم چشتی
۷) حسینہ معین ۸) منو بھائی ۹) فاطمہ ثریا بجیا ۱۰) انور مقصود اور بہت سے دوسرے۔

اس ضمن میں پی ٹی وی یعنی پاکستان ٹیلی ویژن کا کردار بھی کلیدی اہمیت کا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حامل رہا ہے۔ پاکستان ٹیلی ویژن کارپوریشن کے تیار کردہ ڈراما سیریل، سیریز، انفرادی ڈرامے، طویل دورانیے کے ڈرامے، خصوصی مواقع کی مناسبت سے تیار کیے گئے ڈرامے، الغرض بے شمار ڈرامے پُوری دُنیا کے ٹی وی ناظرین میں بطورِ خاص مقبول و معروف ہُوئے اور پڑوسی ملک انڈیا کی فلمی صنعت کے اداکاروں کی فنّی تربیت کے اداروں میں پی ٹی وی کے تیار کردہ ڈراموں سے استفادہ کیا جاتا رہا ہے۔ یہ یقیناً پاکستان اور پی ٹی وی کے لیے بڑا اعزاز ہے۔

آغا حشر اور امتیاز علی تاج:

دراصل ان ڈراما نگاروں نے اپنے فن کو کمال تک پہنچانے میں آغا حشر کاشمیری اور امتیاز علی تاج جیسے عظیم ڈراما نگاروں سے بہت کچھ حاصل کیا۔ ''انارکلی'' امتیاز علی تاج کا وہ ڈراما ہے کہ جس کو عام طور پر دورِ جدید کی اُردو ڈراما نگاری کا نقشِ اوّل کہا جاتا ہے۔ اُردو ڈراما نگاری میں اور بھی بہت سے نام ایسے ہیں کہ جنھوں نے ڈرامے کی ترقی میں بڑا نمایاں حصہ لیا۔ عصمت چغتائی، میرزا ادیب، عظیم بیگ چغتائی، سیّد عابد حسین، خواجہ احمد عباس، انظار حسین اور حاجرہ مسرور وغیرہ۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خلاصہ

کچھ اُردو زبان کے بارے میں

تعارف:

مصنف نے اپنی اس تحریر میں اردو زبان کی نشو ونما محقق کے انداز میں کچھ اس طرح پیش کی ہے کہ قاری کے لیے اردو زبان کی حقیقت کو پانا آسان ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر ابولیث صدیقی مرحوم اُردو ادب کے تیسرے گھر بدایوں سے تعلق رکھتے تھے اور علی گڑھ کے مکتب فکر کے نمائندے تھے۔ اگر ہم آپ کو لسانیات کا امام کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ آپ نے روز اوّل سے لے کر آج تک زبان کی تاریخ اور لسانیات ہی کے بارے میں لکھا ہے۔ اُردو زبان کی جو خدمت آپ انجام دے چکے ہیں، وہ کسی سے کم نہیں۔ آپ کا اپنا ایک خاص اسلوب تحریر ہے۔ جس سے ہم کو اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ اگر کسی چیز کو سادگی اور اختصار کے ساتھ پیش کیا جائے تو وہ تحریر کی جان بن جاتی ہے۔ زیر نظر مضمون اس بات کی دلیل ہے۔ مضمون کی افادیت کو مدنظر رکھتے ہوئے عام قاری کے فہم کے مطابق اس کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے:

خلاصہ:

اُردو ہماری قومی زبان ہے جو ترکی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنیٰ ہم کو لشکر یا لشکری دربار کے ملتے ہیں۔ لہٰذا بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ اردو لشکری زبان ہے جو بادشاہوں کے لشکروں یا لشکری زبان میں پیدا ہوئی۔ مگر یہ خیال غلط ہے۔ کیونکہ ہم کو تاریخ میں اردو مختلف ناموں سے موجود ملتی ہے۔ تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ اس کا سب سے قدیم نام ''ہندوی'' ہے جو مسلمانوں کے ہندوستان میں آنے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کے بعد مقامی لوگوں کی زبان سے مستقل رابطہ رکھنے کی وجہ سے وجود میں آئی۔ اگلے وقتوں کے مذہب اسلام کے پیروکار بزرگوں کے جو اقوال اور تحریریں ہم کو ملتی ہیں وہ ہندوی زبان میں ہیں۔ یہ لوگ عام طور پر اسلام کی تبلیغ مقامی لوگوں کو انہی کی زبان میں عربی فارسی اور ترکی کے الفاظ شامل کر کے کرتے تھے۔ عام طور پر لوگ ہندوی زبان کا مطلب ہندی زبان لیتے ہیں، جو بھارت میں سرکاری زبان کے طور پر رائج ہے۔ جس کا رسم الخط دیوناگری ہے۔ یہ خیال غلط ہے۔ ہندی زبان اردو ہی کی ایک ایسی شکل ہے کہ جسے انیسویں صدی میں اردو سے ایک الگ زبان تشکیل دینے کے لیے اس میں عربی، فارسی الفاظ کی جگہ سنسکرت اور پراکتوں کے الفاظ شامل کر دیے گئے اور اس کا رسم الخط دیوناگری قرار دے دیا گیا اور اس طرح اسے اردو کا مخالف سمجھا جانے لگا۔ ورنہ ہمیشہ سے اردو کا نام ہندی ہوتا تھا۔ اگر ہم دکھنی دور کو دیکھیں تو اس زمانے کے مصنفین اور شاعر اردو کو ہندی کہتے ملیں گے اور ایک عرصے بعد مصحفی نے جب اردو شاعروں کا تذکرہ تحریر کیا تو اس کا نام "تذکرۂ ہندی" رکھا۔ حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ اس میں کہیں ہندی رسم الخط یا سنسکرت ملی ہوئی زبان استعمال نہیں کی گئی ہے۔ ریختہ اُردو کا ایک بہت پرانا نام ہے جس کے مختلف معنی ہم کو ملتے ہیں۔ ایک معنی گانے کے ہیں جس میں راگ ہندی میں اور بول فارسی کے ہوتے ہیں۔ نتیجتاً لوگ اردو کو ریختہ کہنے لگے۔

اُردو غزل کو بھی ریختہ کہا جاتا تھا۔ مثلاً غالب کا شعر ہے۔

طرز بیدل میں ریختہ کہنا
اسد اللہ خاں قیامت ہے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اُردو کے قدیم ناموں میں ہمیں مختلف نام ملتے ہیں، جن میں زبانِ ہندوستان'' اور ''ہندوستانی'' بھی ہے۔ ملا وجہی نے سب سے پہلے اپنی کتاب ''سب رس'' کو زبان ہندوستانی کہا ہے۔ عام طور پر لوگ انگریزوں اور یورپ والوں کو ہندوستانی نام کا بانی کہتے ہیں۔ ایک نام ''زبان اُردوئے معلّٰی'' میر تقی میر کے ہاں ہم کو ملتا ہے۔ اُردو نام کی سند ہم کو مصحفی کے اس شعر سے ملتی ہے۔

خدا رکھے زبان ہم نے سنی ہے میر و مرزا کی
کہیں کس منہ سے ہم اے مصحفی اُردو ہماری ہے

انیسویں صدی ایسی آئی کہ جس میں اس زبان کا نام اردو ایسا پڑا کہ لوگوں میں قبولیت کا درجہ پایا گیا اور جس کے نتیجے میں تمام پرانے نام ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئے ہیں۔ اردو کے موجودہ رسم الخط کو نستعلیق کہتے ہیں اور ٹائپ میں خط نسخ استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ دونوں عربی رسم الخط سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ عربی رسم الخط ایران سے ہوتا ہوا ہندوستان تک آیا۔ ایران نے اس خط کو خوبصورت بنانے کے لیے ''نستعلیق'' ایجاد کیا اور فنِ خطاطی کو مسلمانوں نے حد کمال تک پہنچایا۔ قدیم قلمی کتب ہم کو خط نسخ میں ملتی ہیں۔

فارسی زبان میں جب خط نسخ کا استعمال عام ہوا تو اس میں فارسی کے خاص حروف ''پ، چ، ی، گ'' کے لیے عربی کے حروف میں نقطوں کے اضافے سے نئے حروف بنائے گئے اور بعد میں ہندوستان میں ''ٹ، ڈ، ڑ'' کے لیے تھوڑی سی تبدیلی سے تین حروف تشکیل پائے۔ اس کے بعد ہندوستانی زبان کے مخلوط حروف ''دو چشمی ہا'' سے تشکیل دیے گئے۔ ''بھ، تھ، ٹھ وغیرہ۔ اُردو زبان میں دیگر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ترقی یافتہ زبانوں کی طرح ٹائپ اور چھپائی کا جدید ترین طریقہ پایا جاتا ہے۔ایک زمانے میں پتھر سے لیتھو کی چھپائی ہوتی تھی،لیکن موجودہ دور میں آفسٹ اور ٹائپ کا رواج عام ملتا ہے۔اس طریقے میں آسانی اور خوبصورتی پائی جاتی ہے۔

اُردو زبان کی ابتدا کے بارے میں ہمیں محققین کے مختلف نظریات ملتے ہیں جو ایک دوسرے سے متضاد ہیں۔بعض لوگوں کے خیال میں اردو اکبر بادشاہ کے دور میں مختلف زبانوں کے بولنے والے افراد کے میل جول کی وجہ سے وجود میں آئی،بعض کے خیال میں اُردو پنجاب میں پروان چڑھی،بعض کہتے ہیں اُردو کی ابتدا کا ثبوت، ہم کو دکن میں ملتا ہے۔لیکن کچھ نے کہا کہ اُردو تو سندھ میں پیدا ہوئی۔ کیوں کہ مسلمان پاک و ہند میں سب سے پہلے سندھ میں داخل ہوئے۔اپنے ان دعووں کی صداقت کے سلسلے میں محققین نے مختلف ثبوت پیش کیے ہیں۔حقیقت کچھ بھی ہو لیکن ایک بات ضرور ہے کہ ہر علاقہ کسی دلیل کی روشنی میں اُردو کی ابتدا اپنے سے منسوب کرتا ہے۔تاریخ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اُردو نے کسی علاقائی زبان کی جگہ نہیں لی بلکہ اُردو کی حیثیت ان علاقوں میں ایک رابطے کی زبان کی رہی ہے۔اور یہی بنیادی وجہ اُردو کو قومی زبان کی حیثیت دینے کی ہے۔

اُردو کی ابتدا کے بارے میں جاننے سے پہلے اس کا تاریخی پس منظر سمجھنا ضروری ہے۔اُردو دنیا کی زبانوں کے ایک عظیم خاندان سے تعلق رکھتی ہے، جو زبانوں کا آریائی خاندان کہلاتا ہے۔عہد قدیم کی زبانیں سنسکرت،اوستائی، یونانی اور لاطینی ہیں جب کہ عصرِ حاضر میں ہمیں ترقی یافتہ زبانیں ملتی ہیں،جن کے نام انگریزی، فرانسیسی، اطالوی، جرمن اور اُردو وغیرہ ہیں۔ان زبانوں میں دنیا کی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تہذیب اور تاریخ کا ایک ورثہ سمندر کی مانند موجزن نظر آتا ہے۔ ہزاروں سال پہلے آریہ قوم اپنے اصل مرکز سے منتشر ہوئی۔ اختلاف کے باوجود بحیرۂ روم، وسط ایشیا کو ان کا اصلی وطن کہا جاتا ہے۔ قبل از تاریخ آثار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غالباً آج سے چھ ہزار سال قبل آریائی قبائل وسط ایشیا سے ایران پہنچے۔ وہاں سے ان کی ایک شاخ یورپ، دوسری برصغیر میں آئی۔ یہ لوگ اپنے ساتھ اپنی زبان بھی لے گئے۔ آریائی قوم کی زبان کو لوگ ''قدیم ہند آریائی'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ دراصل یہ ایران کی قدیم زبان سے ملتی ہے۔ آریائی قوم کی زبان ان کی چار مذہبی کتابوں میں پائی جاتی ہے۔ یہ بات اپنی جگہ پر ایک حقیقت ہے کہ آریائی قوم کی آمد سے پہلے برصغیر پاک و ہند میں کول اور دراوڑ رہا کرتے تھے۔ ان کی اپنی زبانیں تھیں۔ بلوچی، تامل، کنڑی، تلنگی وغیرہ۔ اب جب آریائی قوم مقامی آبادی میں گھل مل گئی تو یہ سب زبانیں ایک دوسرے سے متاثر ہوئیں۔ لیکن سنسکرت آریاؤں کے تصور میں خدا کی زبان ہونے کی وجہ سے الگ تھلگ رہی اور آج سنسکرت مردہ زبان کہی جاتی ہے۔ سنسکرت کے مقابلے میں عام بول چال کی زبان کو پراکرت کہتے ہیں۔ پراکرت کا مطلب ''خودرو'' ہے۔ لہٰذا یہ خود بخود ترقی کرتی گئی۔ ہر علاقے میں پراکرت کی اپنی شکل تھی۔ برصغیر میں زیادہ تر زبانیں پراکرتوں کی اولاد ہیں۔ اور اُردو کا وجود بھی یہیں سے ملتا ہے۔ پندرہ سو سال قبل مسیحؑ تک پراکرت زبانوں کا دور رہا۔ اس کے بعد جب مسلمان برصغیر میں آئے تو اپنے ساتھ عربی، فارسی اور ترکی بھی لائے۔ یہاں کی مقامی زبانوں سے یہ زبانیں متاثر ہوئیں جس کے نتیجے میں اردو وجود میں آئی۔ اب کچھ لوگ اُردو کی بنیاد پر اختلافِ رائے رکھتے ہیں، لیکن

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

یہ حقیقت ہے کہ برصغیر کے مختلف علاقوں میں بولی جانے والی زبانوں سے متاثر ہو کر اُردو جدید شکل پانے لگی۔ ہریانی، برج بھاشا، دکنی، فارسی کے اثرات اُردو پر بہت گہرے پڑے۔ فارسی مسلمانوں کے دور میں برصغیر کی دفتری، کاروباری اور تہذیبی زبان تھی۔ اس کے علاوہ بزرگان دین بھی اسلام کی تبلیغ کا کام اسی زبان میں کرتے تھے۔ لیکن ایک وقت آیا کہ امیر خسرو کے زمانے میں اردو میں شاعری کچھ اس انداز میں ہونے لگی کہ ایک مصرع فارسی اور دوسرا اردو میں ہوتا۔ اُردو نثر میں قدیم ترین تحریر دکن کے صوفی بزرگ سید محمد بندہ نواز گیسو دراز کی ''معراج العاشقین'' ہے۔ دراصل جنوبی ہند میں اُردو بزرگان دین اور اہل علم کی وجہ سے سلطان محمد تغلق کے دور میں پہنچی اور اُردو شاعری کی سرپرستی قطب شاہی اور عادل شاہی کے دور کے بادشاہوں نے کی۔ یہ لوگ خود بھی شاعر اور نثر نگار کی حیثیت سے اُردو ادب میں ایک مقام رکھتے ہیں۔ محمد قلی قطب شاہ کے دربار کے ایک شاعر ملا وجہی نے نظم اور نثر میں اپنے جوہر دکھائے۔ ''سب رس'' ملا وجہی کی نثر میں ایک خوبصورت تحریر ہے۔ اور قطب مشتری نظم میں آپ کی تصنیف ہے۔ اس دور کے مشہور ترین شاعر ولی دکنی کہ جن کی وجہ سے اُردو غزل کو عزّتِ نفس اور حوصلہ ملا اور اُردو غزل ترقی کی راہوں پر گامزن ہوئی۔

نادر شاہ کے حملے کی وجہ سے اہل علم شاعر دلّی چھوڑ کر لکھنؤ اور دیگر شہروں کی طرف کُوچ کر گئے۔ یہ لوگ دلّی کی معیاری زبان کے ساتھ لکھنؤ میں اپنے فن کی بدولت چھا گئے۔ یہاں بڑے بڑے اہلِ قلم پیدا ہوئے، جن میں رجب علی بیگ سرور، عبدالحلیم شرر وغیرہ جو نثر نگاری میں اپنی مثال آپ تھے۔ اس کے علاوہ شاعری

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

میں ایسے نام ہیں جو آج بھی اپنی جگہ پر مستند ہیں۔ ناسخ، آتش، انیس اور دبیر وغیرہ۔ مسلمان حکمرانوں کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر یورپ کی قومیں ہندوستان پر حکمرانی کے خواب دیکھتی رہیں اور وہ وقت بھی آیا کہ انگریز یہاں کا حاکم بن گیا۔ لہٰذا اُردو زبان پر دیگر بیرونی زبانوں کا اثر پڑا اور خاص کر انگریزی زبان نے اردو زبان کو بہت متاثر کیا۔ انگریزی کے علاوہ پرتگالی اور فرانسیسی الفاظ بھی ہمیں اُردو زبان میں ملتے ہیں۔ انناس، لاٹری، گودام، کافی، کمرہ، الماری بوتل وغیرہ اسکی مثال ہیں۔ انگریزی زبان کے بعض الفاظ تو اُردو میں اس طرح رچ بس گئے ہیں کہ یہ محسوس ہی نہیں ہوتا کہ یہ کسی اور زبان کے الفاظ ہیں۔ جدید اصطلاح جو کہ جدید علم میں استعمال ہوتی ہیں وہ سب اُردو میں بغیر کسی جھجک کے استعمال کی جارہی ہیں اور پڑھے لکھے لوگ بے تکلف انگریزی الفاظ اردو میں روانی کے ساتھ بولتے ہیں۔ سرسید احمد خان اُردو کے ایک ایسے محسن ہیں کہ جن کی بدولت اُردو زبان کو بڑا عروج ملا۔ اس دور میں جہاں جدید علوم کی تدریس اردو میں ہوئی وہاں دوسری طرف علمی اور فنی کتب بھی تحریر کی جانے لگیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ سرسید احمد خان ان کے بیٹے جسٹس سید محمود اور ان کے پوتے سید راس مسعود کی کوششوں سے اردو ایک طویل سفر طے کرتے ہوئی جامعہ عثمانیہ حیدر آباد اس انداز سے پہنچی کہ وہاں جدید علوم کی تعلیم سائنٹفک انداز میں اُردو میں دی جانے لگی۔ یہ وہی دور ہے، جب سائنس کی بہت سی کتابیں تحریر کی گئیں اور ترجمہ ہوئیں۔

اُردو زبان کی بعض اور خصوصیات بھی قابل غور ہیں۔ اس بات سے کون انکار کرسکتا ہے کہ عربی کو چھوڑ کر اردو وہ واحد زبان ہے کہ جس میں دینِ اسلام کے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بارے میں ایک وسیع ذخیرہ پایا جاتا ہے جو کسی اور زبان میں نہیں۔ برصغیر کی ذہنی، فکری تعلیمی اور تہذیبی تاریخ میں مسلمانوں کا جو حصہ ہے اس کی تفصیل اُردو میں ملتی ہے۔ اگر کوئی شخص اس ملک کی تاریخی حقیقت جاننے کی کوشش کرے تو وہ اُردو زبان کے اس ذخیرے کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اس لحاظ سے برصغیر پاک و ہند کی تمام پرانی اور نئی زبانوں میں اُردو زبان کا مقام سب سے اعلیٰ ہے۔ پاکستان کے قیام کی تحریک اور اس کے حصول کے لیے جدوجہد میں ہمیں اُردو زبان کا مقام نمایاں نظر آتا ہے۔ دو قوموں کے نظریئے کی ابتدا میں اردو اور ہندی کی کشمکش کا بھی بڑا حصہ ہے۔ اُردو ہندی جھگڑا انگریزوں کی سرپرستی میں برصغیر میں کھڑا کیا گیا۔ سرسید احمد خاں نے بیمار ہونے کے باوجود بنارس کے جلسے میں یہ بات کھلے عام کہہ دی کہ ہندو مسلمان اس ملک میں ساتھ نہیں رہ سکتے حالانکہ سرسید ہمیشہ ہندو، مسلمانوں کی آزادی حاصل کرنے کی کوششوں کی تائید کیا کرتے تھے۔ مستقبل نے سرسید کے اس خیال کی تائید کی۔ مسلمانوں کی ذہنی بیداری اور آزادی کی جدوجہد میں اُردو شعراء اور مصنفین نے نمایاں حصہ لیا۔ سرسید اور ان کے ساتھیوں کے بعد ہمیں ایسے بے شمار نام ملتے ہیں جو آزادی کے جہاد میں اپنی شاعری یا اپنی تحریروں کے حوالے سے نمایاں مقام رکھتے ہیں، مولانا محمد علی جوہر، حسرت موہانی، مولانا ظفر علی خان، علامہ اقبالؒ اور میاں بشیر احمد جیسی نامور شخصیات اس حلقے میں شامل ہیں۔ اُردو شاعری اور دیگر اصنافِ ادب میں ہمیں برصغیر پاک و ہند کے جہادِ آزادی کی پوری تاریخ نظر آتی ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خلاصہ

اُردو نثر کا ارتقا

تعارف

برصغیر ہندو پاک کے منفرد ماہرِ لسانیات ڈاکٹر ابواللیث صدیقی مرحوم کی یہ تحریر ان کی عالمانہ فکر کا نتیجہ ہے، جس کا بنیادی مقصد قاری کو اردو نثر کے سفر سے آگاہی دلانا ہے اسی چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے:

خلاصہ:

موجودہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ اُردو نثر کا سب سے پُرانا نمونہ تصوف کا ایک رسالہ ہے جو کہ اشرف جہانگیر سمنانی نے تحریر کیا۔ لیکن اُردو نثر کا پہلا باقاعدہ دور دکن کا ہے جہاں اہل اللہ نے مذہبی مسائل پر رسالے تحریر کیے۔ ان میں ایک نام ''معراج العاشقین'' کا بھی ہے جو کہ سید محمد بندہ نواز گیسو دراز کی تحریر ہے۔ ملا وجہی کی تصنیف ''سب رس'' ادبی اعتبار سے دکنی دور کی سب سے مشہور کتاب ہے۔ دراصل یہ فارسی کے ایک مشہور قصے ''حسن و دل'' سے ماخوذ ہے۔ یہ پوری کہانی ایک تمثیل ہے۔ اس میں شہزادی حسن اور شہزادہ دل کا قصہ بیان ہوا ہے۔ اس کہانی کا اصل مقصد آبِ حیات کی تلاش میں انسان کی جدوجہد ہے۔ ملا وجہی نے اپنے اس قصے کو بہت تفصیلی تحریر کیا ہے۔ عبارت آرائی کا خوب رنگ دکھایا ہے جو کہ نہایت مرصع اور مقفّیٰ ہے۔ یہ اُردو میں پہلی نثری اور ادبی کہانی ہے، جس کا ایک واضح اسلوب ہے۔ شمالی ہند میں نثر نگاری کی ابتدا بہت آخر میں ہوئی۔ یہاں فضلی کی کتاب ''دہ مجلس'' کو لوگ اُردو نثر کی پہلی تصنیف سمجھتے تھے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فارسی کتاب ''روضۃ الشہداء'' کا اردو ترجمہ ہے۔اس دور میں فارسی کا انداز تحریر عام طور پر پسند کیا جاتا تھا۔لہٰذا اس دور میں ہر کتاب اسی خوبصورت انداز تحریر اور فارسی الفاظ و تراکیب کے ساتھ لکھی جاتی تھی۔مرزا رفیع سودا سے لے کر عطا حسین تحسین کی تحریر ''نوطرز مرصع'' تک سب میں فارسی ملی اُردو نظر آتی ہے۔فورٹ ولیم کالج جو کہ انیسویں صدی میں کلکتہ میں انگریزوں نے اس مقصد کے لیے قائم کیا کہ ان کے لوگوں کو ہندوستان کی تہذیب، رسم و رواج اور زبان سے آگاہی حاصل ہو سکے اور اس مقصد کی تکمیل کے لیے اہل علم مصنف اور ادیب ملازم رکھے گئے۔جان گل کرسٹ جو کہ شعبۂ اُردو کے سربراہ تھے انہوں نے اردو نظم و نثر کے متعدد انتخاب اور انگریزی میں ان کے تراجم مرتب کیے۔اردو زبان کے قواعد، صرف و نحو اور لغت پر بھی کام کیا۔ان کی فرمائش پر ہی میر امن دہلوی نے ''باغ و بہار'' کے نام سے ''قصہ چہار درویش'' تحریر کیا۔یہ اُردو نثر کی پہلی کتاب ہے، جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سادہ اسلوب بھی ایک ادبی اسلوب ہو سکتا ہے۔یہاں حیدر بخش حیدری، شیر علی افسوس، کاظم علی جوان اور مرزا علی لطف وغیرہ بھی فورٹ ولیم کالج سے تعلق رکھتے تھے۔جنہوں نے کتابیں لکھیں، ترجمے کیے اور مرزا علی لطف نے تو اسی دور میں اُردو زبان میں اُردو شاعروں کا پہلا تذکرہ، ''گلشن ہند'' کے نام سے لکھا۔

اس دور میں بعض مصنفین میر امن کی سادہ تحریر کو ناپسند کرتے تھے اور ان کا خوب مذاق اڑاتے۔رجب علی بیگ سرور نے ''فسانۂ عجائب'' میں میر امن کی زبان کو دلی کے روڑے کہا ہے اور اس کے مقابلے میں فارسی آمیز اُردو اپنی کتاب میں استعمال کی ہے۔غالب اُردو زبان کی ایک ایسی شخصیت ہے جو آج تک آسمان

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کی مانند اُردو ادب پر چھائی ہوئی نظر آتی ہے۔ شاعر اور نثر نگار ایسے کہ آج تک کوئی دوسرا ایسا نہ ہوا۔ اُردو خطوط نویسی میں ایک منفرد مقام اور انداز پایا۔ خود کہتے ہیں کہ ''میں نے مراسلے کو مکالمہ بنا دیا'' اس میں ادبی چاشنی اور علمی بحث کے علاوہ تاریخی واقعات بھی ملتے ہیں۔ یہ خطوط اپنی جگہ پر نئے اسلوب تحریر کا ایک منفرد نمونہ ہیں۔

۱۸۵۷ء اپنے ساتھ ایک ایسا تہذیبی اور سیاسی انقلاب لایا کہ مسلمانوں کی صدیوں پرانی حکومت ختم ہوگئی۔ انگریز یہ سمجھے کہ اس انقلاب کی ذمہ دار صرف مسلمان قوم ہے۔ انگریز ایک ایسی غلط فہمی کا شکار ہوئے کہ جس کا ازالہ کبھی نہ ہوسکا۔ ٹیپو سلطان اور سراج الدولہ انگریزوں کو ختم نہ کر سکے۔ انگریز مسلمانوں کے اس شک کو حقیقت کا روپ دے رہے تھے کہ وہ ہندوستان میں مسلمانوں میں عیسائیت کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ ہندوؤں نے انگریزوں سے گٹھ جوڑ کر لیا تھا۔ انگریز حاکم تھے اور ہندو تمام کاروبار کے مالک۔ مسلمانوں کے پاس صرف ان کی ماضی کی تاریخ تھی جو وہ سینے سے لگائے بیٹھے تھے۔ یہ ایسے حالات تھے کہ جن کی بنا پر سرسید کے نام سے ایک تحریک شروع ہوئی جس کا بنیادی مقصد مسلمان کی اصلاح و ترقی تھا۔ دراصل سرسید مسلمانوں اور انگریزوں کو غلط فہمی کی دلدل سے نکال کر دوستی کی وادی میں لانا چاہتے تھے، جس کے نتیجے میں سرسید کو مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اور دنیا نے ان پر کفر کے فتوے تک لگائے، لیکن سرسید مسلمان کو دور جدید کے تقاضوں کے مطابق ڈھال کر روایت پرستی کی جگہ روشن خیالی کا نقیب بنانا چاہتے تھے۔ ان کی تعلیمی تحریک کا مقصد مسلمانوں میں دین پر قائم رہتے ہوئے جدید علوم و فنون حاصل کرنے کا شعور دلانا تھا۔ یہ اسی تحریک کا نتیجہ ہے کہ آج مسلمان دنیا میں ترقی کر رہا ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سرسید کی وجہ سے اُردو میں نئی ادبی تحریک شروع ہوتی ہے۔ دراصل یہ افادی اور اصلاحی ادب کی تحریک ہے۔ ان کے خیال میں شاعری اور ادب بامقصد ہونا چاہیے۔ زبان کے بارے میں ان کی رائے تھی کہ یہ اظہار خیال کا ذریعہ ہے، لہٰذا ادیبوں اور شاعروں کو سادہ زبان استعمال کرنی چاہیے۔ اسی لیے آپ نے ایک رسالہ ''تہذیب الاخلاق'' بھی نکالا۔ یہ رسالہ انگریزی کے مشہور رسائل اسپیکٹیٹر اور ٹیٹلر کی وضع پر نکالا تھا۔ ان انگریزی رسالوں کے ایڈیٹر انگریز تھے، جن کے مضامین ترجمہ کر کے سرسید نے اپنے رسالے میں اس مقصد سے شائع کیے کہ اردو میں مضمون یا انشائیے کا رواج پڑ سکے اور خود بھی ایسے مضامین تحریر کیے۔ مجلس ترقی ادب اُردو نے سرسید اور تہذیب الاخلاق کے دوسرے مضمون نگاروں کے تحریر کردہ مضامین کے مجموعے حال ہی میں کئی جلدوں میں شائع کیے ہیں۔

سرسید کی ادبی تحریک کو ابدی زندگی ان کے رفقائے کار نے دی، جن میں مولانا محمد حسین آزاد، مولانا الطاف حسین حالی، مولانا شبلی نعمانی اور مولوی نذیر احمد دہلوی کا نام نمایاں ملتا ہے۔ مولانا آزاد ایک مورخ، ادبی نقاد، شاعر ماہر لسانیت اور معلم ہیں۔ جدید شاعری اور تنقید کا نقیب ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

شاعر، نقاد مولانا حالی کو جدید اور قومی شاعری کا پیشرو کہتے ہیں۔ ان کی کتاب مقدمۂ شعر و شاعری اُردو میں تنقید جدید کی پہلی اور بنیادی کتاب ہے۔ آپ سوانح نگار اور مقالہ نگار بھی ہیں۔ علامہ شبلی نے اردو میں علمی تحقیق کی روایت قائم کی۔ مولوی نذیر احمد دہلوی کی بچوں اور عورتوں کے لیے تحریر کردہ کتابیں اُردو ادب عالیہ میں شمار ہوتی ہیں۔ ان سب نے مل کر بقول شبلی اُردو کو ترقی یافتہ زبانوں کا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مقابلہ کرنے کے قابل بنا دیا۔

سرسید کی تحریک کے بعد اُردو ادب میں نئی اصناف کا اضافہ ہوا۔ ان میں ایک ناول ہے جو فرانسیسی لفظ ہے، لیکن ہمارے ہاں انگریزی زبان کے ذریعے آیا۔ اُردو نثر میں پہلے بھی اعلیٰ درجے کی کہانیوں، قصوں اور داستانوں کا وجود ملتا ہے، لیکن ناول بیسویں صدی میں بلاشبہ انگریزی کے اثر سے آیا۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ ڈپٹی نذیر احمد اُردو کے پہلے ناول نگار ہیں۔ لیکن بعض اس سے انکاری ہیں اور ان کے ناولوں کو بھی اُردو قصوں میں شمار کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ ڈپٹی نذیر احمد کے ہم عصر پنڈت رتن ناتھ سرشار ہیں۔

عبدالحلیم شرر، پنڈت رتن ناتھ سرشار کے ہم عصر ہیں۔ ان کو اردو میں تاریخی ناول کا پہلا علمبردار کہا جاتا ہے۔ ان کے ناولوں میں کردار تاریخی ہوتے ہیں باقی واقعات، معاملات اور مناظر سب ناول نگار کے تخیل کی پیداوار ہوتے ہیں۔ ماسوائے بعض واقعات کے جو اکثر تاریخی ہوتے ہیں۔ شرر انگریزی اور فرانسیسی زبان سے بھی واقف تھے۔ سرسید اور حالی کی طرح شرر بھی اس دور کے رجعت پسندوں کی تنقید کا نشانہ بنے، جس میں ایک اخبار ''اودھ پنچ'' کے لکھنے والے پیش پیش تھے۔ دراصل ''اودھ پنچ'' ادبی اخبار کے ساتھ ساتھ اپنی جگہ پر ایک ادارہ بھی تھا، جس کا بنیادی مقصد طنز و ظرافت کے پیرائے میں جدت کی مخالفت اور روایت پرستی کی تائید کرنا تھا۔ لہٰذا سیاست، ادب اور شاعری ہر چیز اس کی زد میں تھی۔ ناول نگار منشی سجاد حسین اس اخبار کے ایڈیٹر تھے۔ ظرافت اور بذلہ سنجی میں ان کا جواب نہ تھا۔ ان کے دو ناول ''حاجی بغلول'' اور ''احمق الذی'' اس کی مثال ہیں۔ ناول کی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دنیا میں ایک نام مرزا محمد ہادی رسوا کا ملتا ہے۔ان کی شہرت ان کے ناول ''امراؤ جان ادا'' کے باعث ہے، جو بلاشبہ اُردو کے عظیم ترین ناولوں میں سے ایک ہے۔وہ سرسید وحالی کی جدید تحریک کے ہمنوا تھے۔اس دور کے ایک اور ناول نگار قاضی سرفراز حسین تھے۔کہا جاتا ہے کہ ان کے تحریر کردہ ناولوں کا چربہ امراؤ جان ادا میں ملتا ہے۔لیکن فن اور تکنیک کے اعتبار سے دونوں ناول بالکل الگ ہیں۔ایک اور ممتاز ناول نگار مرزا محمد سعید ہیں جن کا ہمیشہ موضوع رہا کہ انسان کا واحد سہارا مذہب ہے، جس سے معاشرے میں توازن اور استحکام پیدا ہوتا ہے۔مصور غم علامہ راشد الخیری نے مولوی نذیر احمد کے ناولوں میں ملنے والی روایت کو اپنے ناولوں میں آگے بڑھایا جس کا بنیادی موضوع لڑکیوں کی تعلیم وتربیت اور خواتین کی اصلاح ہے۔عورتوں کی تحریک بیداری میں راشد الخیری کی تحریک کا بڑا عمل دخل ملتا ہے۔ان کے اخبار اور رسالوں کی بدولت خواتین میں بے شمار مضمون نگار، افسانہ نویس، ناول نگار اور شاعرات پیدا ہوئیں۔

انیسویں صدی کے آغاز سے اُردو ناول اور مختصر افسانے کا دور جدید ملتا ہے۔اس میں ایک بڑا نام منشی پریم چند کا ہے۔ان کے افسانوں اور ناولوں کے موضوعات ملکی تہذیب، سیاست، تمدن اور گھریلو معاشرت کے ہیں۔پریم چند نے اپنی تحریروں میں بڑی خوبصورتی سے ہندو گھرانوں کی زندگی اور برصغیر پاک و ہند کے دیہات، شہر، متوسط اور محنت کش افراد کے حالات کو پیش کیا ہے۔

دور جدید کے ایک بہت بڑے ناول نگار اور افسانہ نگار سید سجاد حیدر یلدرم ہیں جن کا مخصوص طرز تحریر ان کی شہرت کا باعث بنا۔ان کے اسلوب کو انشائے لطیف

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کا نام دیا گیا ہے، جو اردو میں ٹیگور کے اسلوب سے متاثر ہونے والے ادیبوں میں ملتا ہے۔ لہٰذا ان کا بھی ایک منفرد اسلوب سامنے آیا ہے یہی اسلوب اُس دور کے مصنفین کے ہاں بھی ملتا ہے جن میں کچھ کے نام یہ ہیں: نیاز فتح پوری، عبدالرحمٰن بجنوری، سجاد انصاری اور مہدی افادی۔

یہ مضمون بیسویں صدی کے نامور اردو نثر نگاروں کے ذکر کے لیے ناکافی ہے۔ ایک اور خاص موضوع جدید علوم وفنون کا ہے، جس میں ان گنت کتابیں انگریزی سے ترجمہ ہوئیں۔ اس سلسلے میں جامعہ عثمانیہ حیدر آباد کا نام قابلِ ذکر ہے۔ ان ترجموں میں سائنس، جدید طب، انجینئرنگ کے مضامین ملتے ہیں۔ در اصل سب سے پہلے سرسیّد احمد خان نے سائنٹفک سوسائٹی قائم کر کے اس کی ابتدا کی۔ غرض اردو نثر کا دامن اتنا وسیع ہو چکا ہے کہ اس کے مختصر بیان کے لیے بھی ایک دفتر درکار ہے۔

سرسیّد کا کام ان کے شاگردوں نے آگے بڑھایا۔ مولانا حالی کے جانشین ڈاکٹر مولوی عبدالحق نے اپنی پوری زندگی اُردو کی خدمت میں صرف کر دی۔ جس کے اعتراف میں قوم نے ان کو ''بابائے اُردو'' کا لقب دیا۔ آپ محقق، نقاد اور ماہر زبان اُردو ہیں۔ جب برصغیر میں یونیورسٹی کی سطح پر اردو کی اعلیٰ تعلیم اور تحقیق کا رواج ہوا تو اس تحریک کو انجمن ترقی اُردو نے آگے بڑھایا۔ اس انجمن کی روح مولوی عبد الحق تھے۔ علامہ شبلی، سیّد سلیمان ندوی کے لائق جانشین ہیں۔ انہوں نے شبلی کے آخری کارنامے سیرۃ النبی کو ان کی وفات کے بعد مکمل کیا۔ اُردو میں منفرد اسلوب کے موجد مولانا ابوالکلام آزاد کا نام ملتا ہے۔ اس حلقے میں اور بھی نام ملتے ہیں جن

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

میں مولانا حبیب الرحمان خان شیروانی اور نواب صدر یار جنگ کا نام نمایاں ہے۔موجودہ دور کے طنز ومزاح نگاروں میں سرفہرست نام میر محفوظ علی بدایونی کا ہے۔ان کو نام ونمود سے نفرت تھی،لہٰذا فرضی نام سے مضامین تحریر کرتے تھے جس کی وجہ سے مخصوص لوگ ہی ان کے ادبی کارناموں سے آگاہ ہیں۔اس فن کے ایک اور ماہر رشید احمد صدیقی صاحب ہیں۔جن کو اس فن کا امام کہا جاتا ہے۔ان کے علاوہ پطرس بخاری بھی اپنی جگہ پر بڑا اہم نام ہے۔انہوں نے بہت کم لکھا،لیکن جو کچھ لکھا وہ اُردو ادب میں ان کی زندگی کے لیے کافی ہے۔عظیم بیگ چغتائی،مرزا فرحت اللہ بیگ اور شوکت تھانوی بھی طنز ومزاح میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔نئی نسل میں کنہیالال کپور سے لے کر مشتاق احمد یوسفی تک اچھے مزاح نگاروں کا ایک پورا سلسلہ ملتا ہے۔

جدید اُردو ادب میں نثر میں حالی اور شبلی کے بعد تنقیدی ادب میں اضافہ ہوا۔آزاد اور حالی کے بعد نواب امداد امام اثر کا نام خاص طور پر ذکر کے قابل ہے۔ان کی تصنیف کاشف الحقائق میں مغربی اثرات نمایاں نظر آتے ہیں۔عبدالرحمٰن بجنوری نے اپنی کتاب ''محاسن کلام غالب'' میں غالب کا موازنہ دنیا کے بڑے شعراء سے کیا ہے۔نیاز فتح پوری کی تنقید بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔مہدی افادی کی تحریروں میں تنقید خوبصورت نظر آتی ہے۔آپ کے مزاج میں یونانی جمال پرستی چھائی ہوئی نظر آتی ہے۔یہ تنقید کا انداز اُردو ادب میں اور کسی نقاد کے ہاں نہیں ملتا۔ہمارے ہاں کے نقاد بھی مغربی نقادوں سے متاثر نظر آتے ہیں،جو مغربی شاعری کی تنقید کے اصولوں پر اُردو شاعری کو پرکھتے ہیں۔حالاں کہ اُردو شاعری کا اپنا ایک مزاج اور معیار ہے۔ڈاکٹر لطیف نے غالب پر انگریزی میں ایک

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تنقیدی مقالہ لکھا اور مرزا غالب کو مہمل شاعر کہنے کی کوشش کی۔ کلیم الدین احمد اور آل احمد سرور انگریزی زبان و ادب کے استاد رہے ہیں۔ کلیم الدین صاحب نے اُردو شاعری کے مزاج کو نظر انداز کر کے تنقید کا جو معیار قائم کیا وہ تعصب پر مبنی تھا لیکن آل احمد سرور اس تعصب کا شکار نہیں ہوئے۔ ان کی تنقید میں مغربی خیالات اور حوالے ضرور ملتے ہیں۔ مگر ان کی تنقید کا اپنا مزاج ہے۔ وہ دور جدید سے تعلق رکھتے ہیں۔ نئی تحریکات، میلانات اور رجحانات سے باخبر ہیں، لیکن اپنے مزاج میں مشرقی ہیں اور روایات کا احترام ان کی تنقید کا جزو ہے۔ ممتاز نقادوں کے حلقے میں مولوی عبدالحق کا نام قابل ذکر ہے۔ ان کی تنقیدوں میں توازن اس لیے ملتا ہے کہ وہ نہ مغرب زدہ ہیں اور نہ مشرق کی لکیر کے فقیر۔

۱۹۳۵ء میں انجمن ترقی پسند مصنفین برصغیر پاک و ہند میں قائم ہوئی، اس تحریک سے تعلق رکھنے والے شاعروں، ادیبوں اور نقادوں نے اس کو خوب پروان چڑھایا۔ جو بات سرسید، حالی اور آزاد بہت پہلے کہہ چکے تھے وہ باتیں اس تحریک سے وابستہ لوگ اب کہہ رہے تھے کہ ادب کو سماجی زندگی کی پیداوار اور اس کا ترجمان ہونا چاہیے۔ یہ کہنا کہ اس تحریک نے حقیقت پسندی کا رجحان پیدا کیا یہ بھی پرانی بات تھی۔ دراصل سرسید کی ادبی تحریک کی بنیاد ہی حقیقت پسندی پر تھی۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ اس نئی تحریک نے جہاں قدیم ادبی روایات اور اقدار کے خلاف کام کیا وہاں نئے تجربوں پر زور بھی دیا اور فنکار کو ہر قید سے (سوائے ایک پارٹی کے نظریات و افکار کی پابندی کے) آزاد کر دیا۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ اس تحریک کی وجہ سے اُردو ادب میں بعض نئے تجربے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہوئے۔ سجاد ظہیر، اختر حسین رائے پوری، احتشام حسین، احمد علی اور فیض احمد فیض یہ وہ مصنفین ہیں کہ جو اس نقطۂ نظر کے ترجمان تھے۔ اب اس حقیقت سے کیسے انکار کیا جا سکتا ہے کہ اس کو نقصان بعض اس کے ماننے والوں کی شدت پسندی کی وجہ سے پہنچا اور یہ تحریک خود بخود ختم ہو گئی۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سرسیّد احمد خان کی ادبی خدمات یا طرزِ تحریر

مورث:

سرسیّد احمد خان جدید اُردو نثر نگاری کے مورث اعلیٰ تسلیم کیے جاتے ہیں۔ ان کی شخصیت بیک وقت ایک ادیب، ایک صحافی، ایک ماہر تعلیم، ایک دانشمند اور ایک مصلح قوم کی ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں سیاسی، علمی، ادبی اور ثقافتی سرگرمیوں کے دھارے بہہ رہے ہیں۔ یہ سب سرسیّد ہی کی بلیغ کوششوں کا نتیجہ ہے

مقام:

سرسیّد کی کوششوں سے جن چیزوں میں انقلاب آیا ان میں اُردو نثر کو ایک اہم درجہ حاصل ہے۔ سرسیّد سے پہلے اُردو ادب کا دامن علمی اور ادبی اسلوب تحریر سے بالکل خالی تھا۔ سرسیّد کا بڑا کمال یہ ہے کہ انہوں نے اُردو نثر کے سرمائے میں ایک ایسے دلکش و دل آویز اسلوب کا اضافہ کیا جو اس کے روایتی اسلوب سے مختلف اور علمی و ادبی ضرورتوں کے لئے بالکل مناسب تھا۔ ان کا طرز تحریر سائنسی ہے اور اسی لیے انہوں نے اُردو زبان کو بھی دنیا کی اہم ممتاز، ہمہ گیر اور سائنسی فلک زبانوں کے ہم پلہ بنا کر صحیح مقام عطا کیا۔

طرز نگارش:

سرسیّد کے طرز نگارش اور اسلوب کی سب سے بڑی خصوصیت اس کی سادگی کے اندر پرکاری اور اس کی بے پناہ لچک ہے۔ انہوں نے ادبی، علمی، اخلاقی،

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سیاسی، سماجی غرض یہ کہ زندگی کے بے شمار موضوعات پر خامہ فرسائی کی ہے۔ لیکن ان کے طرز تحریر نے کہیں بھی تنگ دامنی کا شکوہ نہیں کیا۔

انہیں اپنے قلم کی طرح اپنی زبان اور اسلوب پر پوری دسترس حاصل ہے۔ وہ مشکل اور دقیق مضامین کو اپنی فطری سادگی کے باوجود اس خوبصورتی سے ادا کرتے ہیں کہ جسے دیکھ کر انتہائی حیرت ہوتی ہے اور بے اختیار داد دینی پڑتی ہے۔

ہمہ گیری:

سرسیّد نے اپنی زندگی ایک قانون داں، ایک ماہر تعلیم اور ایک صحافی کی حیثیت سے گزاری ہے اور ان کی یہ تمام خوبیاں ان کی تحریروں میں پوری طرح جلوہ گر ہیں۔ ان کی تحریروں میں سادگی اور بے تکلفی کے باوجود اثر ہے۔ وہ دلوں کو موہ لینے اور دماغوں کو متاثر کرنے کی صلاحیت بدرجۂ کمال رکھتے ہیں۔ خواہ آدم کی سرگزشت کا تمثیلی انداز ہو یا امید کی خوشی کا بیانیہ دل نشیں انداز، خواہ تحقیق کا میدان ہو یا تنقید، تاریخ ہو یا فلسفہ، تفسیر ہو یا شعر و ادب، ہر موضوع کے ساتھ انصاف کر کے گل و گلزار بنا دیا یہاں تک کہ علامہ شبلی نعمانی جیسے بے مثل ادیب اور صاحب طرز انشاء پرداز کو اپنے مشہور مضمون سرسیّد مرحوم اور اُردو لٹریچر میں سرسیّد کی بے پناہ ادبی صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے اس طرح زبردست خراج عقیدت پیش کرنا پڑا۔ لیکن جو چیزیں خصوصیات کے ساتھ ان کی اصلاح کی بدولت ذرّے سے آفتاب بن گئیں ان میں ایک اُردو لٹریچر بھی ہے۔

اکیڈمی:

سرسیّد کا دوسرا امتیاز یہ ہے کہ وہ تنہا صاحبِ قلم نہیں، بلکہ ایک مستقل

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اکیڈمی کی حیثیت بھی رکھتے ہیں۔ان کے حلقہ اثر مین حالی،شبلی اور ڈپٹی نذیر احمد جیسی قد آور شخصیتیں بھی شامل ہیں۔جو بلاشبہ اُردو ادب کے روشن مینار ہیں۔

اسلوب:

سرسیّد کی نثر اسلوب انگریزی سے مستعار ہے اور یہ اسلوب ۱۸۵۷ء کے بعد کی تبدیلی کا سبب ہے۔سرسیّد کی نثر میں بہت سادگی،روانی،منطقیانہ استدلال اور وضاحت پائی جاتی ہے۔وہ اپنے موضوع اور نقطہ نظر کو صاف ستھری سادگی اور آسان عبارت میں پیش کرتے ہیں۔سادگی اور سلاست کے باوجود سرسیّد کی زبان میں مٹھاس اور تاثیر ہے۔البتہ کہیں کہیں وہ سادگی کے ساتھ ساتھ طنز ومزاح کے عنصر بھی پیش کرتے ہیں۔سرسیّد جب ہلکے پھلکے مضامین لکھتے ہیں تو ان کی انشاء پردازی ظاہر ہوجاتی ہے اور ان کے جوہر چمکتے ہیں اور بعض مضامین میں تو ان کا منطقیانہ استدلال اور تحقیقی ذوق بھی جھلکتا ہے۔

موضوع:

سرسیّد کا سب سے نمایاں کمال یہی ہے کہ انہوں نے علم وادب اور حیات وکائنات کے سارے موضوعات پر قلم اُٹھایا ہے اور مقدار اور اقدار دونوں اعتبار سے ہر موضوع پر لکھ کر اُردو نثر کے خزانے میں بیش بہا اضافہ کیا۔اس طرح اُردو زبان ہر اعتبار سے بلند اور وقیع ہوگئی اور یہ خیال باطل ہوگیا کہ اُردو کوئی بہت اہم زبان نہیں ہے۔سرسیّد نے اپنے رفقاء کو راہیں دکھائیں چنانچہ ان کے رفقاء نے ادبی وعلمی اصناف پر مستقل اور دائمی نوعیت کی کتابیں لکھیں لہٰذا سرسیّد کے موضوعات وسیع اور وقیع بھی ہیں اور بسیط بھی۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مقاصد اور مطمحِ نظر:

سرسیّد نے اُردو نثر اور ادب کے ذریعے معاشرتی اور تہذیبی اصلاح کے مشن کو بڑی کامیابی کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ ادب کے ذریعے انہوں نے جدید تعلیم اور سائنسی شعور کے نظریات کو اس طرح فروغ دیا کہ ایک نیا انقلابی ذہن تیار ہو گیا۔ انہوں نے مسلمانوں کو قدیم راہوں کے پیچ و خم اور نشیب و فراز سے نجات دلا کر سیدھے اور ہموار راستوں پر چلنا سکھایا۔ سرسیّد نے اپنی دلکش اور مؤثر تحریروں کے ذریعے نفرت اور انتقام کے اس بند کو توڑ دیا، جو انگریزوں نے مسلمانوں کے درمیان قائم کیا تھا۔ چنانچہ وہ اپنی تحریک کے ذریعے مظلوم مسلمانوں اور ظالم غیر ملکی حکمرانوں کو مفاہمت اور بقائے باہمی کی منزل تک لے آئے یہ ان کا عظیم کارنامہ تھا جو مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے نیک فال ثابت ہوا۔

تصانیف:

سرسیّد کی معرکۃ آلا تصانیف میں آثار الصنادید، رسالہ اسباب بغاوت ہند، خطباتِ احمدیہ، تاریخ سرکشی بجنور، تفسیر القرآن، لفظ نصاریٰ کی تحقیق، آئین اکبری کی تصحیح وغیرہ ہیں۔ اس کے علاوہ اپنے مشہور رسالے ''تہذیب الاخلاق'' کے ذریعے اُردو زبان و ادب کی جو بیش بہا اور گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ وہ قابل صد ستائش اور انہیں زندۂ جاوید بنانے کی ضمانت ہیں۔ مختصر یہ کہ سرسیّد ایک مدبر، ایک مصلح، ایک صحافی، ایک ادیب، ایک انشاء پرداز اور سب سے بڑھ کر جدید نثر نگاری کے مورث اعلیٰ اور ایک عہد ساز شخصیت کی حیثیت سے ادبی اور قومی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خواجہ الطاف حسین حالؔی

پیدائش: ۱۸۳۷ء

وفات: ۱۹۱۴ء

حالاتِ زندگی:

مولانا الطاف حسین حالی پانی پت میں پیدا ہوئے۔صدیوں پہلے حالی کے آباء واجداد سلطان بلبن کے عہد میں وارِ دہندستان ہوئے۔اور شاہی خدمت سے منسلک ہوکر منصب قضا پر فائز ہوئے۔پانی پت کا علاقہ انہیں بطور جاگیر عطا ہوا۔حالی کی پیدائش کے وقت مغل سلطنت کے سیاسی اقتدار کے خاتمے کے ساتھ ساتھ ان خاندانی اقتدار اور اقبال بھی رخصت ہو چکا تھا۔آپ کے والد ایک معمولی ملازم تھے۔تھوڑے ہی عرصے میں وفات پا گئے۔اس لیے حالی کو خوشحالی کے بجائے بدحالی اور عسرت کا سامنا کرنا پڑا۔شاید اسی وجہ سے ان کے کردار میں عاجزی، انکساری اور ضبط و نظم کا مادہ پیدا ہو گیا۔

شادی کے بعد دہلی پہنچے۔یہاں غالب، آزردہ، ذوق، صہبائی اور شیفتہ کی شاعری کی بہت دھوم تھی۔حالی ان محفلوں کی طرف راغب ہوئے اور مرزا غالب کی شاگردی اختیار کر لی۔نواب شیفتہ نے آپ کو اپنے بیٹوں کا اتالیق مقرر کیا۔نواب شیفتہ کے انتقال کے بعد لاہور پہنچ کر پنجاب بک ڈپو سے منسلک ہو گئے۔یہاں ترجمہ ہونے والی کتابوں کی زبان کی اصلاح کرتے رہے۔لاہور کے قیام

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کے زمانے میں جدید اثرات اوران کی اہمیت کا احساس ہوا۔

انجمن پنجاب کے زیر اثر جدید طرز کے مشاعرے کی بنیاد پڑ چکی تھی، جس میں عنوانات دے کر کسی بھی موضوع پر طبع آزمائی کی جاتی تھی۔ آزاد اس کے سیکریٹری تھے۔ حالی نے اس مشاعرے میں شرکت کی اور چار مثنویاں " برکھارت، رحم وانصاف، امیداور حب وطن" لکھی جو ملک میں مقبول ہوئیں۔

مسدس حالی جس میں حالی نے مسلمانوں کے عروج وزوال کا ذکر کیا ہے اُردو میں پہلی طویل ترین نظم ہے۔ اس نظم میں انہوں نے ایک طرح سے مسلمانوں میں قومی بیداری کا شعور پیدا کیا ہے

مسدسِ حالی کے علاوہ شکوہ ہند، مناجات بیوہ، چپ کی داد مشہور نظمیں ہیں۔ ان نظموں کی برجستگی اور خلوص متاثر کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ حالی کی طویل شاعرانہ زندگی غزل سے شروع ہو کر نظم جدید کے بانی حیثیت سے ختم ہوتی ہے۔ آج وہ جدید اُردو کے بانی کہلاتے ہیں۔

حالی بحیثیت نثر نگار:

حالی صرف اُردو شاعری ہی میں نہیں بلکہ جدید اُردو نثر کی تاریخ میں سب سے پہلے اور سب سے بڑے سوانح نگار اور نقاد کی حیثیت سے لازوال مرتبے کے مالک ہیں۔ نثر کی تاریخ میں سادگی اور سلاست کے سب سے بڑے مبلغ ہیں۔ ۱۸۸۶ء میں حیات سعدی لکھی تو لوگوں نے ان کی بصیرت اور سوانحی سلیقے کا اعتراف کیا۔ ان کی نثر میں صفائی، سادگی، انداز بیان کی وضاحت ملتی ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تصانیف:

خواجہ الطاف حسین حالی کی تصانیف کو دو اہم حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلے دور میں کی تصانیف میں مناظرے کا رنگ غالب ہے۔ دوسرے دور کی تصانیف پر سرسیّد کا اثر نمایاں ملتا ہے۔ حیات سعدی، یادگار غالب، حیات جاوید، مقدمہ شعر و شاعری اور مقالات وخطبات وغیرہ دوسرے دور کی تصانیف ہیں۔

طرزِ تحریر:

حالی کی تحریر میں سادگی اور صفائی ہے۔ ان کی نثر میں ہمیں انسانی خیالات کی صحیح ترجمانی ملتی ہے۔ حالی نے ہماری علمی نثر کے لیے جو راستہ ہموار کیا اس پر چل کر ہم اپنی تمام ضروریات کو پورا کر سکتے ہیں۔ ان کے ہاں آزاد کی سی شوخی، رنگینی، نذیر کی نازک خیالی یا پُر لطف و مزاح نہیں ملتا۔ مگر آپ بہترین نثار ہیں۔ آپ اسلوب بیان سے زیادہ نفس مطلب کا خیال رکھتے ہیں۔ آپ کی تحریر میں ہم کو لفاظی اور بناوٹ نہیں ملتی۔ بلکہ آپ کا انداز بیاں بہت سلجھا ہوا، صاف ستھرا ہوتا ہے۔ آپ نے جدید نثر نگاری میں بڑا اہم رول ادا کیا ہے۔ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ حالی نے مرزا غالب اور سرسیّد کے انداز تحریر کو ختم نہ ہونے دیا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

شبلی نعمانی

تعارف:

علامہ شبلی نعمانی سرسیّد، حالی، نذیر احمد اور محمد حسین آزاد سے عمر میں چھوٹے تھے۔ اس لیے قدرتی طور پر انہوں نے سب کا اثر قبول کیا۔ اس کے علاوہ شبلی کی شخصیت میں اپنے دور کے لوگوں میں سب سے زیادہ ہمہ رنگی اور تنوع موجود ہے۔ وہ بیک وقت بے مثل ادیب، مورخ، واعظ، استاد، شاعر سوانح نگار اور صحافی تھے۔ ان سب صفات نے مل کر ان کی نثر میں ایک خاص رنگ پیدا کیا تھا اور یہ ایسا رنگ ہے جس میں آزاد کی رنگینی اور نذیر احمد کی محاورہ بندی شبلی کی تحریر کی خصوصیات بھی یہی اعتدال اور توازن ہے، یہی چیز ان کی تحریروں میں ہر جگہ نمایاں اور آشکار نظر آتی ہے۔

مقام و مرتبہ:

یوں تو رفقائے سرسیّد میں ہر ایک شخص غیر معمولی قابلیت، بے مثال استعداد، بے نظیر لیاقت اور بے پناہ صلاحیتوں کا مالک تھا اور اپنے اپنے خاص شعبوں میں ان کی نظیر آج بھی موجود نہیں لیکن علامہ شبلی ایک عالمانہ شان رکھتے تھے اور بڑے بڑوں کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ آج ہزاروں صفحات متعدد جلدوں میں ان کے قلم سے نکلے ہوئے بہترین مجموعۂ خیال موجود ہیں۔ اُردو نثر نگاری کے آسمان پر چھوٹے چھوٹے تاروں کے جھرمٹ میں شبلی ایک روشن اور درخشاں ''قطب تارا'' کی مانند ہیں۔ جس کی ضیاپاش کرنیں آنکھوں میں چکا چوند پیدا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کر دیتی ہیں۔

ہمہ گیری:

علامہ شبلی نے ایک محقق، ایک عالم، ایک شاعر، ایک مورخ، ایک نقاد اور سب سے بڑھ کر ایک سیرت نگار کی حیثیت سے اتنی شہرت حاصل کر لی ہے کہ ان کی ادبی شان پس پردہ جا پڑی ہے حالانکہ علامہ موصوف جس پائے کے محقق اور سیرت نگار ہیں اسی پائے کے ادیب اور صاحب قلم بھی ہیں ان کی جتنی بھی تصانیف ہیں وہ اپنے علمی اور تحقیقی انداز کے ساتھ ساتھ اپنی ادبی حیثیت اور تخلیقی شان کے اعتبار سے بھی بڑی اہمیت کی حامل اور اُردو ادب کے خزانے میں قابل قدر اور گراں بہا اضافے کی حیثیت رکھتی ہیں۔

جامع صفات ہستی:

علامہ شبلی جیسی وسیع النظر، قد آور اور جامع صفات ہستی اُردو ادب میں کوئی اور مشکل ہی سے تلاش کی جا سکتی ہے۔ تاریخ فلسفہ، ادب، تنقید، شاعری، کلام اور سیرت النبیؐ، شعر العجم، الفاروق الماعون الغزالی، موازنہ انیس و دبیر، الکلام، سوانح مولانا روم وغیرہ ان کی بیش بہا علمی اور تحقیقی تصانیف ہیں۔ ان کے نظریات، ان کے تحقیقی نتائج اور ان کے تنقیدی فیصلوں میں اگرچہ اختلاف کی بڑی گنجائش موجود ہے۔ لیکن ان کے منفرد اسلوب اور بے مثال انداز پیشکش کا یہ اعجاز ہے کہ ان کا بڑے سے بڑا مخالف اور نقاد بھی ان کے قلم کی صناعی اور اثر آفرینی کا معترف ہے۔

اسلوبِ نگارش:

فنِ نگارش میں ان کی بھرپور اور قد آور شخصیت پوری طرح جلوہ گر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہے۔وہی عالمانہ شکوہ وہی محققانہ تجزیاتی توضیح ادیبانہ خوش آہنگی جو آپ کی شخصیت کے نمایاں پہلو اور خصوصیات ہیں، آپ کے اسلوب پر چھائی نظر آتی ہیں۔اگر چہ شبلی سادگی ،صفائی اور وضاحت کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے تھے۔اس کے باوجود اس میں منطقیانہ طرز استدلال،فلسفیانہ طرز فکر اور محققانہ دقیقہ سنجی کی وجہ سے ایک مخصوص قسم کا شکوہ اور بلند آہنگی بھی پیدا ہو جاتی ہے۔اور یہ تمام چیزیں مل جل کر ایک وحدت کے سانچے میں ڈھل جاتی ہیں کہ ان کا تجزیہ دشوار ہو جاتا ہے۔ان کا اور ان کے اسلوب کا مطالعہ کرنے والا ان کی خداداد صلاحیت سے جس حد تک مرعوب و مسحور ہو جاتا ہے اتنا ہی اثر بھی قبول کرتا ہے۔ان ساری خصوصیت کے باوجود علامہ شبلی کے طرزِ تحریر میں ایسی جاذبیت اور خوش آہنگی بھی ہوتی ہے۔کہ ان کی تحریریں کبھی بار نہیں گزرتیں اور خشک سے خشک مضامین میں بھی ایک عجیب وغریب غیر محسوس قسم کی شگفتگی اور دل آویزی پیدا ہو جاتی ہے۔

سحر البیانی کا اعجاز:

علامہ شبلی کے اسلوب کی ایک دوسری خصوصیت اس کی جامعیت اور اس کی خوشگوار لچک ہے آپ نے مختلف اور متضاد موضوعات پر قلم اٹھائے ہیں اور ہر جگہ سحر البیانی کا اعجاز دکھایا ہے۔تحقیق اور تنقید کی پیچیدہ اور دشوار گھاٹیوں سے بھی گزرے ہیں۔لیکن ان کے طرز کی شگفتگی، بانکپن، جاذبیت اور شکوہ، وقار میں کہیں بھی فرق نہیں آیا۔ان کا راہوار قلم علم و تحقیق کے خارزاروں سے بھی اسی سبک روی سے گزرتا ہے جس سبک وری اور خوش اسلوبی کے ساتھ ہلکے پھلکے ادبی مرغزاروں سے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تاریخ نگاری کا مقصد:

مختصر یہ کہ شبلی نے سوانح نگاری، فلسفہ، تاریخ اور تنقید وغیرہ سب پر قلم اٹھایا ہے اور بالخصوص ہمارے یہاں تاریخ کا ایک اور خوش آئندہ اور خوشگوار تصور لے کے آئے ہیں اور آپ کی نثر تخیل نے جو قوس قزح اور لالہ وگل کھلائے ہیں، اس سے ان کی نثر کی ادبی شان میں اضافہ ہوا ہے۔ آپ کی تاریخ نگاری کا مقصد قوم میں جوش اور غیرت پیدا کرنا تھا اس سے ان کی تاریخ نگاری میں پر جوش خطیبانہ رنگ پیدا ہو گیا ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود شبلی کی عظمت کی سب سے بڑی بنیاد ان کا سادہ بیان ہے جس میں بیک وقت جوش اور ولولہ خیزی سب موجود ہیں۔ ان کو اُردو ادب میں مجموعی طور پر جو بلند و بالا مقام حاصل ہے اس کی بنیاد علمی بھی ہے اور ادبی بھی۔ مگر جو چیز ان کے لیے بقائے دوام کا باعث ہوئی وہ ان کا منفرد اسلوب بیاں ہے۔ اس خاص رنگ میں اُردو ادب کا کوئی انشاء پرداز ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ بلاشبہ بے مثل و بے نظیر ہیں۔

نقاد کی رائے:

ایک مشہور نقاد کی رائے ہے کہ شبلی نے علم الکلام، تنقید، سوانح نگاری، تاریخ اور مذہب غرضیکہ اکثر شعبہ ہائے علوم کو چھوا ہے۔ لیکن ان کی زبان میں روانی، استدلال، رنگینی اور زور ہم کو ہر جگہ ملے گا۔ بلاشک شبلی کا اسلوب اپنے معاصرین کی خوبیوں کا مجموعہ اور ان کے عیوب سے پاک ہے۔

حرفِ آخر:

شبلی کے اسلوب میں قوس قزح کا رنگ جھلکتا نظر آتا ہے۔ ان کی زبان

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اپنے معاصرین کے عیوب سے پاک ہے اور ان کی خوبیوں کا ایک دل آویز مرقع ہے۔ شبلی کے یہاں عربیت اور فارسیت بھی ملے گی، لیکن اس میں ایک معقول رچاؤ اور ایک خوش آہنگی پائی جاتی ہے۔ جو کانوں پر بار نہیں ہوتی بلکہ خوشگوار معلوم ہوتی ہے۔

تصانیف:

(۱) الفاروق (۲) المامون (۳) الغزالی (۴) سیرت النعمان (۵) سیرت النبیؐ (۶) موازنۂ انیس و دبیر (۷) شعر العجم (۸) الکلام (۹) سوانح مولانا روم (۱۰) شعری مجموعہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

محمد حسین آزاد

پیدائش ۱۸۳۰ء

وفات ۱۹۱۰ء

فطری شاعری:

شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد گزشتہ صدی کی تیسری دہائی میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ان کے والد مولوی باقر علی اُردو ادب میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔جن کی مضمون نویسی کی شہرت شمالی ہند میں بہت تھی۔ذوق آپ کے قریبی دوستوں میں سے تھے۔لہٰذا آزاد کی ابتدائی تعلیم استاد ذوق کے سائے میں ہوئی اور آپ کی بابرکت صحبت میں شعر گوئی میں اصلاح لی اور استاد ذوق کے ساتھ بڑے مشاعروں میں شریک ہوئے۔اس طرح ادبی حلقوں میں کافی مشہور ہو گئے۔آزاد فطری شاعری تھے اور ازل سے شاعرانہ طبیعت لائے تھے۔ان کی نثر بھی اس قدر دلچسپ اور شاعرانہ تخیل رکھتی تھی کہ کسی طرح شعر سے کم نہیں۔

الہامی زبان:

محمد حسین آزاد اُردو کے سب سے بڑے انشاء پرداز مانے جاتے ہیں۔اس کے علاوہ مورخ، تذکرہ نویس، محقق، نقاد اور جدید نظم کے بانی ہیں۔اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ ان کی تحریر زبان و بیان کی دلکشی کا مرقع نظر آتی ہے ان کی تحریر کا انداز نرالا، چھوٹے اور خوبصورت فقرے، تشبیہ اور استعارہ کی چاشنی، زبان کی روانی، مناسب الفاظ کا استعمال اور سادگی میں پرکاری تحریر کی جان ہے۔یہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دراصل آزاد کا اپنا ایجاد کردہ انداز ہے جو انہی پر ختم ہوا۔ اور اسی خصوصیت کی وجہ سے وہ صاحب طرز کہلاتے ہیں۔ ان کی زبان کو عام طور پر الہامی زبان کہتے ہیں۔ تشبیہات اور استعاروں کے استعمال سے یہ دلّی کی ٹکسالی زبان میں دلکشی اور رنگینی پیدا کر دیتے ہیں۔

وسعتِ نظر اور جدید رجحانات:

اگرچہ آزاد نے زمانہ طالب علمی میں انگریزی تعلیم حاصل نہیں کی لیکن فلسفہ، اقتصادیات، تاریخ وغیرہ کی مستند تصانیف کے تراجم کی مدد سے جو داخل نصاب تھیں آپ نے اس وقت ان علوم میں مہارت حاصل کی۔ یہیں سے ان کی وسعت نظر اور جدید رجحانات میں دلچسپی کا اظہار ہوتا ہے۔ اُنہیں بعد میں لاہور کی علم دوست فضا میں مزید ترقی کے مواقع میسر آئے۔

آزاد اور لاہور:

۱۸۶۴ء میں لاہور پہنچے۔ ان دنوں لاہور میں مغرب کی تعلیم و تہذیب کا خوب چرچا تھا۔ ڈاکٹر لائٹز جو کہ پنجاب یونیورسٹی کے رجسٹرار تھے، انہوں نے پنجاب کی تعلیمی اور معاشرتی اصلاح کے لئے ۱۸۶۵ء میں انجمن پنجاب کی بنیاد ڈالی۔ آزاد اس کی سرگرمیوں میں حصہ لیتے رہے۔ ڈاکٹر لائٹز جو کہ آزاد کی سرپرستی کرتے تھے ان کے کہنے پر انجمن پنجاب کا سیکریٹری بنا دیا گیا۔ اس دور میں آزاد نے بڑے خوبصورت مضامین تحریر کیے۔ ایک مضمون پر حکومت پنجاب کی طرف سے دوسرا انعام بھی ملا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مغربی انداز فکر:

مولانا آزاد نے اُردو ادب میں اپنی نظم کے ذریعے ہمیشہ مغربی انداز فکر کو پیش کیا۔ اُردو میں وہ ہمیشہ نئے عنوانات کی تلاش میں رہتے تھے وہ اس حقیقت کو جانتے تھے کہ انگریزی ادب بہت وسیع اور گہرا ہے۔ لہٰذا اُردو ادب کو اس سے افادہ حاصل کرنا چاہیے۔ حالانکہ وہ انگریزی ادب پر عبور نہیں رکھتے تھے۔ لیکن اس سے واقف ضرور تھے۔ انہوں نے جو کچھ تحریر کیا اپنی مثال آپ ہے۔ آزاد نے حقیقت اور خیال کی آمیزش سے مختلف قوتوں کو انسانی روپ میں ڈھال کر ڈرامائی کیفیت پیدا کی۔ ان کے اکثر واقعات خیالی طرز ادا میں ڈوبے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ طرز انگریزی اور یونانی ادب سے حاصل کیا ہے مولانا آزاد نے وقت، غصہ، عشق، افواہ، شہرت یا حسن کی پیروی وغیرہ کے یونانی تصورات کو انگریزی ادب میں آج بھی استعمال ہوتے ہیں اُردو میں روشناس کرایا۔ آزاد کی طبیعت میں قدرتی طور پر نازک خیالی اور لطافت تھی۔ فارسی زبان کی محبت نے اس میں مزید اضافہ کیا اور اس کے اثرات ہم کو اُن کی تحریروں میں نظر آتے ہیں۔

خوبیاں اور نقائص:

جہاں آزاد کی تحریر میں خوبیاں ہیں وہاں کچھ نقص بھی ہیں۔ مثال کے طور پر انہوں نے اپنی ہر تحریر کو تخیلاتی انداز سے پیش کیا ہے جو کہ افسانہ لگتا ہے۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ جو لکھا وہ انشاء پردازی کے معیار پر پورا اترتا ہے۔ شبلی نے آزاد کے بارے میں کچھ یوں لکھا ہے کہ ''وہ تحقیق کے میدان کا مرد نہیں ہے'' تاہم ادھر ادھر کی گپیں ہانک دیتا ہے تو بھلی معلوم ہوتی ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قومی اور اخلاقی نظمیں:

مولانا محمد حسین آزاد کا نام نثر کی طرح نظم میں بھی ایک روشن ستارے کی مانند ہے۔ان کی شاعری قومی اور اخلاقی نظموں کا مجموعہ ہے۔لاہور کے قیام کے دوران حالی کے ساتھ مل کر انگریزی ادب کی طرز پر اُردو نظم کہنا شروع کی۔آزاد اور حالی نے مل کر ایک ایسی تحریک چلائی کہ جس نے شاعری کی دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔یہ اس زمانے کی بات ہے کہ جب غزل ہمارے معاشرے میں بڑی اہمیت رکھتی تھی اور مشاعرے کے لیے مصرعہ طرح دیا جاتا تھا۔لیکن اس کی جگہ اب جدید نظم کا رواج پڑا اور شاعری کو مختلف عنوان دیئے گئے۔مثلاً امید، برکھارُت، برسات، حبِّ وطن وغیرہ۔

آقائے اُردو:

ہمارے نقادوں نے آزاد کو ''آقائے اُردو'' کے خطاب سے نوازا ہے۔شبلی نے ان کو خدائے اُردو کہا ہے۔ملکہ وکٹوریہ کے سالانہ جشن کے موقع پر حکومت کی طرف سے آزاد کو شمس العلماء کا خطاب ملا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خواجہ حسن نظامی

پیدائش ۱۸۷۹ء

وفات ۱۹۵۵ء

ابتدائی حالات:

خواجہ حسن نظامی کا اصل نام علی حسن ہے۔مگر مشہور حسن نظامی سے ہوئے۔خواجہ نظام الدین اولیاء سے عقیدت رکھتے تھے۔لہٰذا اپنے نام کے ساتھ نظامی لکھنا شروع کر دیا۔پیری و مریدی کا بھی سلسلہ جاری رکھا۔مسلمانوں کے علاوہ ہندو اور سکھ بھی آپ کے مرید ہوا کرتے تھے۔آپ کی زندگی کا ابتدائی دور محرومیوں اور مایوسیوں کا مرقع نظر آتا ہے۔بچپن ہی میں آپ یتیم ہو گئے۔باپ کی نصیحت پر زندگی بھر عمل کیا۔آپ کے والد نے نصیحت تھی کہ درگاہ کے چڑھاووں سے محنت کی کمائی بہتر ہے،لہٰذا آپ نے نوعمری ہی سے محنت مزدوری کر کے اپنا پیٹ پالا اور درگاہ کی کمائی سے کبھی فائدہ نہیں اٹھایا۔لیکن جوانی اور بڑھاپا مالی آسودگی کے لحاظ سے آپ کا سنہری دور کہا جا سکتا ہے لیکن آپ نے درویشانہ زندگی کو ترک نہیں کیا۔

طرزِ تحریر:

آپ کی نثر انتہائی آسان،صاف،واضح،رواں اور چست ہوتی ہے۔یہ سادگی میں پُرکاری کی بہترین مثال ہے۔اُردو ادب میں آپ کا مقام بحیثیت صاحب طرز انشاء پرداز کے بہت بلند ہے۔آپ کی تحریر پُر اثر اور خوبصورت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہے۔چھوٹے چھوٹے برجستہ فقرے عبارت میں خوبصورتی پیدا کر دیتے ہیں۔اس کے علاوہ آپ کی تحریر ہمیں الفاظ کے برمحل استعمال سے معمور نظر آتی ہے۔

عبارت میں بے ساختگی اور بے تکلفی ملتی ہے۔آپ قوت مشاہدہ کی بھی غیر معمولی صلاحیت رکھتے تھے۔بات میں زور پیدا کرنے کا بھی فن بھی خوب جانتے تھے۔بازار جاتے تو واپسی پر بازار کی کسی چیز پر مضمون لکھ دیتے۔آپ کے مضامین اپنی مثال آپ ہیں۔جس موضوع پر قلم اٹھایا اسے فنِ تحریر کی معراج تک پہنچا دیا۔ ذیل میں چند ایسے مضامین کے نام رقم ہیں۔جو ادب میں اپنی مثال آپ ہیں۔دیا سلائی، مجھ پر مضمون، چڑیا اور چڑے کی کہانی یہ مضامین یقیناً انشاء پردازی کا بہترین نمونہ ہیں۔

تصانیف وتالیف کا شوق کیسے پیدا ہوا:

خواجہ حسن نظامی کو تصنیف وتالیف کا شوق بھی حادثاتی طور پر ہوا۔ہوا یوں کہ ایک دفعہ کسی نے اخبار ''ہمدرد'' کا ایک پرچہ پڑھنے کو دیا۔جس کے مضمون کا پڑھ کر ان کو بھی لکھنے کا شوق پیدا ہو گیا۔آپ کا پہلا مضمون ''انڈیا گزٹ'' میں جو کہ بمبئی سے نکلتا تھا چھپا جس کا عنوان انڈیا کے نازک حالات تھا۔یہ مضمون لوگوں میں پسند کیا گیا۔جس نے آپ کی ہمت بڑھائی اور لوگوں کے اصرار پر آپ ادبی اور صحافیانہ مضامین لکھنے لگے۔اس کے بعد آپ نے اپنا رسالہ نکالا اور اس کے علاوہ کئی رسالے اور اخبارات بھی خواجہ صاحب کی زیر نگرانی نکلتے رہے۔اس کے علاوہ ''غدر دہلی'' کے حوالے سے افسانے بھی تحریر کیے۔جو کہ ہر لحاظ سے معیاری تحریر کے زمرے میں آتے ہیں۔آپ نے اپنی تحریر کردہ کتابوں کے نام بھی منفرد انداز کے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رکھے اور ایسے موضوعات پر قلم اٹھایا کہ دوسرا کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

خودنوشت سوانح عمری:

خواجہ حسن نظامی کی پہلی اُردو ادب کی کتاب ''آپ بیتی'' اس کی بہترین مثال ہے۔ اُردو ادب کی تاریخ میں یہ اپنی نوعیت کی پہلی چیز تھی۔ اس کے تحریر کرنے کا آپ کا مقصد صرف اپنے مریدوں کی اصلاح اور تربیت تھا۔ اور اس سلسلے کو آپ نے اپنے رسالے میں جس کا نام ''منادی'' تھا جاری کیا۔

تصانیف:

آپ کی ادبی خدمات کو مدِّنظر رکھتے ہوئے حکومت وقت نے ''شمس العلماء'' کے خطاب سے نوازا۔ قرآن پاک کا ہندی ترجمہ، عام تفسیر القرآن تعلیم اسرار و تصوف، عام فہم تشریح بخاری، بہادر شاہ کا روزنامچہ ''غدر کے اخبار'' ''غدر کی صبح و شام'' ''جگ بیتی'' کہانیاں، چٹکیاں اور گدگدیاں، محرم نامہ وغیرہ آپ کی متعدد تصانیف ہیں جو اُردو ادب کا قیمتی سرمایہ ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

میاں بشیر احمد

تعارف:

ملت کا پاسباں ہے محمد علی جناح
وہ میر کارواں ہے محمد علی جناح

مندرجہ بالا شعر کے تخلیق کار میاں بشیر احمد ہیں جو کہ شاعری کے ساتھ نثر نگاری میں بھی اپنی مثال آپ۔ آپ کا اسلوب سادہ، رواں اور پڑھنے والے کو متاثر کرنے والا تھا۔ لاہور میں پیدا ہونے والا یہ مضمون نگار اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے سات سمندر پار انگلستان پہنچا اور قانون کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔

مضمون نگار کی ہر تحریر پاکستان کی محبت میں ڈوبی ہوئی نظر آتی ہے، جس کو پڑھ کر ان کی حُبُّ الوطنی کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے اس مضمون میں پاکستان قوم کو نظریۂ پاکستان سے آگاہ کرنے کی کوشش کے ساتھ ان میں سچے پاکستانی کا جذبہ پیدا کیا ہے۔ اور قوم کو متحد رکھنے کا ایک ہی طریقہ وضع کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم سچے مسلمان بن کر اسلامی شعار اور روایات کے مطابق زندگی بسر کریں۔

میاں بشیر احمد کی ہر تحریر عوامی مزاج کے عین مطابق ہوتی ہے یعنی سادہ اور دل میں اتر جانے والی۔ وہ اپنی ہر بات تاریخی حوالوں اور دلائل کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ میاں صاحب ذہنی اور عملی طور پر ایک سیدھے سادے مسلمان اور سچے پاکستانی تھے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آپ کی تصانیف کارنامۂ اسلام، جذباتِ ہمایوں، مسلمانوں کا ماضی، حال اور مستقبل اور ہماری قومی زبان وغیرہ ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پیش لفظ:

از............ حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سیّد شہنشاہ حسین نقوی قمی دام عزّہ

علم شعر اور صلاحیتِ شاعر:

شاعری ایک ایسی صنعت ہے، جس میں موہوم مقدمات اور نتیجہ دینے والے قیاسوں کو اس طرح مرتّب کیا جاتا ہے کہ چھوٹی چیز بڑی اور بڑی چیز چھوٹی ہو جائے۔ شاعر اچھائی کو بُرائی کا لباس اور بُرائی کو اچھائی کا لباس پہنا کر قہر و غضب، غم و آلام اور شہوانی کیفیات کو اُبھارتا ہے، تا کہ طبیعت میں تنگ دلی، حُزن و اندوہ اور سُرور و شادمانی پیدا ہو۔

شاعر کو کیسا ہونا چاہیے:

شاعر کو سلیمُ الفطرت، عظیمُ الفکر اور صحیحُ الطّبع ہونے کے ساتھ ساتھ جدید روِش سے آگاہ اور دقیق فکر و نظر کا حامل ہونا چاہیے۔ اپنے ارد گرد کے رسم و رواج سے آگاہی بھی ضروری ہے۔ شاعر کو روزمرّہ کے محاوروں کے اعتبار سے خوش گو اور باہمی ملاقاتوں میں خوش خلق ہونا چاہیے۔ یہاں تک کہ اُس کا شعور اس درجے تک پہنچ جائے کہ گویا "صحیفۂ روزگار" قرار پائے اور زندہ دلوں کی زبان پر جاری ہو جائے۔ بہ قول رئیس الاحرار مولانا حسرت موہانیؒ ۔

شعر در اصل وہی ہیں حسرت
سنتے ہی دل میں جو اُتر جائیں

کوئی بھی شاعر اس وقت تک اس درجے پر نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ اپنی جوانی میں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن صدیقی

تعارف:

ڈاکٹر صاحب کا تعلق شعبۂ حیاتیات سے ہے۔آپ اُردو سائنس کالج اور ایک عرصے سے درس و تدریس سے وابستہ ہیں۔حیاتیات کے موضوع پر آپ کی ایک کتاب بھی موجود ہے۔آپ کے مضامین موجودہ زمانے کی سائنسی ضرورتوں کے عین مطابق ہیں۔آپ کا انداز تحریر سادہ، عام فہم، پر اثر اور پر کشش ہے۔آپ کے مضامین کے مطالعے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ اپنے علم کی وسعت کو اس حد تک عام کرنا چاہتے ہیں کہ پڑھنے والا ہلکے پھلکے انداز میں اپنی علمی پیاس بجھاتے ہوئے اپنی معلومات میں ٹھوس اضافہ کرے۔

ڈاکٹر صاحب موجودہ صدی کی ایک ایسے ادیب کے طور پر ابھرے ہیں کہ جن کا تاریخی اور تحقیقی علمی سرمایہ اسلام اور وطن دوستی کے طور پر قوم کے لیے ایک ایسے راستے کی مانند ہے کہ جس پر چل کر موجودہ صدی میں ہم لوگ بھی ترقی یافتہ اقوام میں شامل ہو سکیں گے۔

ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن کا ایک نایاب مضمون ''جدید سائنس اور اس کے عصری تقاضے'' موجودہ حالات میں اس لیے بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ اس میں سائنسی انقلابات کی بات کی گئی ہے۔اسلامی نقطہ نظر سائنس کے حوالے سے اور پھر اپنی قوم کے جوانوں میں سائنسی ترقی کا شعور بڑے ہی خوبصورت انداز میں اجاگر کیا گیا ہے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ڈپٹی نذیر احمد دہلوی

ولادت ۱۸۳۱

وفات ۱۹۱۲ء

ناول نگاری کے بانی:

مولانا نذیر احمد اپنی خدمات کی وجہ سے اُردو ادب میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔آپ کو اُردو ناول نگاری کا بانی کہا جاتا ہے۔اگر ہم ان کی تصانیف کا جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ تراجم کے علاوہ ان کی تصانیف مذہب، تاریخ، سیرت، سیاست، اخلاقیات، کتابت، مکتوب نگاری اور قومی شاعری جیسے موضوعات سے متعلق ہیں۔یقیناً ان کی یہ تحریریں ان کی تخلیقی صلاحیتوں کا بہترین مظہر ہیں۔ان کے ناول دو مختلف ادوار سے متعلق ہیں۔ان کی پہلی ناول نگاری کا دور ۱۸۶۹ء سے ۱۸۷۴ء تک اور دوسرا دور دس سال کے وقفے کے بعد ۱۸۸۴ء سے لے کر ۱۸۹۳ء تک رہا۔

اسلوب کی نمایاں خصوصیات:

مولانا نذیر احمد کی عبارت بہت آسان، صاف و سادہ ہوتی ہے۔آپ کے اسلوب کی سب سے نمایاں خصوصیت وہ شوخی اور شگفتگی ہے، جو ان کے ناولوں، خطبوں اور مذہبی تحریروں میں کسی جگہ نکتہ آفرینی اور بذلہ سنجی کی صورت میں کہیں تمسخر اور طنز و مزاح کی صورت میں جلوہ گر نظر آتی ہے۔ڈپٹی نذیر احمد اپنی مولویت اور مقصدیت کے باوجود ایک سچے فنکار کی طرح ذوق تماشا اور حسن و ظرافت سے بہرہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ور تھے۔اور یہ خیال اپنی جگہ پر صحیح ہے کہ ان کے ناولوں پر طربیہ رنگ چھایا ہوا ہے۔

زندہ زبان:

ڈپٹی نذیر احمد کا ناول کے فن پر غالباً سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انہوں نے جدید طرز کی واقعاتی کہانیوں کے لیے ایک زندہ زبان اور شگفتہ اسلوب کی طرح ڈالی اور اُردو کے پہلے ناول نگار ہونے کی حیثیت سے اُردو ناول میں واقعیت معاشرتی حقیقت نگاری، زندگی کے مسائل پر غور وفکر کی روایت بھی پیدا کیا

نسوانی محاورات کے بادشاہ:

عام طور پر مولوی نذیر احمد کو نسوانی محاورات اور دہلی کی بیگماتی زبان کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کو عورتوں کی زبان۔ان کے مخصوص محاورے اور روزمرہ کی بول چال پر پوری طرح عبور حاصل تھا۔عورتوں کے لیے ان کی تحریر کردہ ناول اپنی دلکشی اور انداز بیاں کی وجہ سے بہت مقبول ہیں۔اس کے علاوہ نذیر احمد بازاروں، گلی کوچوں کی زبان بھی جسے ہم عوامی زبان کہہ سکتے ہیں اپنے ناولوں میں بڑی خوبی سے استعمال کرتے تھے۔جس کو پڑھ کر قاری اپنے آپ کو ناول کا ایک کردار تصور کرنے لگتا ہے۔عوامی زندگی سے گہرے لگاؤ کی بنا پر وہ زبان کے معاملے میں کبھی احتیاط نہیں برتتے تھے۔بلکہ جیسا ماحول ہوتا ویسی ہی زبان استعمال کرتے۔چاہے وہ ادب کے معیار سے کتنی ہی گری ہوئی کیوں نہ ہو۔ان کی تحریر میں بے تکلف گفتگو کا رنگ غالب ہے، جو کہ ان کی فطری ذوق خطابت کا نتیجہ ہے۔نذیر احمد لفظوں کی قدر و قیمت سے آشنا تھے۔لہٰذا ان کے استعمال میں قدرت رکھتے تھے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ظریفانہ رنگ:

ڈپٹی نذیر احمد کی تحریر عربی اور فارسی کے غیر مانوس الفاظ سے مرصع نظر آتی ہے اور کہیں انگریزی الفاظ بھی ملتے ہیں۔ جن کی وجہ سے ہمارے نزدیک شیرینی ان کے ہاں نہیں ہے البتہ خاص چیز جو ان کی نثر کا جوہر ہے وہ ان کا ظریفانہ رنگ ہے۔ ان کی ظرافت میں پھکڑ پن نہیں ملتا

نذیر احمد کے تراجم:

نذیر احمد ''تعزیراتِ ہند'' کے ترجمے کی وجہ سے حکومت اور عوام میں روشناس ہوئے۔ قرآن کریم کے ترجمے سے ہر مسلمان ان کو پہچاننے لگا اور ناولوں وغیرہ کی وجہ سے برصغیر کے ہر پڑھے لکھے گھرانے میں ان کا نام معروف نام ہو گیا مولانا کی تصانیف بکثرت ہیں جن میں سے مندرجہ ذیل نے بڑی شہرت پائی۔

حرف آخر:

''مراۃ العروس''۔ بنات النعش، توبۃ النصوح، رویائے صادقہ، ابن الوقت، افسانہ مبتلا، منتخب الحکایات، ترجمہ قرآن شریف، چند پند، الحقوق الفرائض، نصاب خسرو اور فسانۂ غدر وغیرہ۔ یقیناً ڈپٹی نذیر احمد اُردو ادب کے ایک روشن مینار کی طرح عالمی ادبی دنیا میں ہمیشہ ضوفشاں رہیں گے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مولانا عبدالحلیم شرر

تعارف:

۱۹۶۰ء میں عبدالحلیم شرر لکھنؤ میں پیدا ہوئے لکھنؤ سے لے کر کلکتے تک مختلف اساتذہ سے عربی، فارسی اور انگریزی زبان میں مہارت حاصل کرنے کے بعد صحافت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی دینی تعلیم کی طرف بھی توجہ رہی۔ ۱۸۸۲ء یہ وہ سال ہے کہ جب آپ نے پہلا ناول تحریر کیا۔ ''دل گداز'' نامی مشہور رسالہ ۱۸۸۷ء میں نکالا اور اسی سال تاریخی ناول نگاری کی طرف بھی توجہ دی۔ پھر انگلستان کا سفر اختیار کیا۔ وہاں جانے کا اتفاق نواب وقار الملک کے صاحب زادے کے اتالیق کی حیثیت سے ہوا۔ جہاں فرانسیسی زبان سیکھنے کا موقع ملا۔ عمر کے آخری حصے میں تین جلدوں پر مشتمل تاریخ اسلام بھی لکھ کر ۱۹۲۶ء میں اللہ کو پیارے ہوئے۔

شرر کا تعلق دبستان لکھنؤ سے تھا۔ ان کے تحریر کردہ ناولوں کی زبان عام طور پر سلیس اور سادہ ہوتی ہے۔ مگر مضامین کی زبان قدرے مشکل اور فارسی تراکیب و انگریزی بندشوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ان مضامین میں شرر نے تشبیہات اور استعارات کا بھرپور استعمال کیا ہے۔ ان تمام چیزوں کو دیکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شرر کا اسلوب نہ تو اتنا سلیس ہے اور نہ ہی مشکل ترین۔ منظر نگاری، خطابت، رومانیت، مقصدیت، توازن و اعتدال ان کے اسلوب کی بنیادی پہچان ہیں۔ اس کے علاوہ شرر ہمیں وہ پہلے ناول نگار نظر آتے ہیں کہ جن کی تحریر سے اُردو

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ادب میں رومانی رویوں کا احساس ملتا ہے۔

عام طور پر شرر کی تصنیف کردہ کتب کی تعداد ایک سو دو (۱۰۲) بتائی جاتی ہے جو کہ مضامین کے علاوہ ہے۔ تاریخی وخیالی ناولوں پر مشتمل تحریریں سوانح عمریوں اور ڈراموں کا ایک سلسلہ تاریخی ناولوں کے ذریعے مسلمانوں کی اصلاح کا نیک کام ،اس کے علاوہ اُردو ادب میں روحانی جذبوں کا احساس پیدا کرنے کا سلیقہ شرر ہی سے اہل زبان نے حاصل کیا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خدیجہ مستور

تعارف:

خدیجہ مستور ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئیں۔ مالی لحاظ سے یہ گھرانہ بے شمار پریشانیوں میں گھرا ہوا تھا۔ شوکت تھانوی سے ملاقات لکھنے لکھانے کے شوق کا سبب بنی اور ۱۹۳۶ء میں خدیجہ مستور نے باقاعدہ کہانی لکھنے کا آغاز کیا۔

ٹھنڈا میٹھا پانی، کھیل، تھکے ہارے اور بوچھار ان کے افسانوں کے خوبصورت مجموعے ہیں۔ اس کے علاوہ ایسے ناول بھی ملتے ہیں کہ جن کی وجہ سے ذہنی طور پر پورا ہندوستانی معاشرہ جاگ اٹھا۔

خدیجہ کی تحریریں زبان و بیان کے خوبصورت لبادے میں ملبوس نظر آتی ہیں۔ ان کی تحریر میں دیگر قلم کاروں کے مقابلے میں دو چیزیں بڑی خاص ملتی ہیں۔ ایک جزئیات نگاری اور دوسری کردار نگاری۔ ان کے افسانے اور ناول تصنع اور بناوٹ سے بہت دور معاشرے کے جیتے جاگتے کردار پر انسانی نفسیات کے عین مطابق مصروف نظر آتے ہیں۔ ان کی تحریریں واقعات کے تسلسل کا ایک ایسا سلسلہ ہے کہ جو ختم ہونے کا نام نہیں لیتا بلکہ پڑھتے پڑھتے آگے بڑھتے رہنے کا احساس دلاتا رہتا ہے۔

اُردو ادب میں ترقی پسند تحریک کے زیر اثر جن خواتین نے اپنے قلم کا استعمال کیا ہے ان میں یقیناً خدیجہ مستور کا نام ایک ادارے کی مانند ہمیشہ روشن و تاباں نظر آتا ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پطرس بخاری

تعارف:

صوبہ سرحد کے خوبصورت اور تاریخی شہر پشاور میں پیدا ہونے والے پطرس بخاری اُردو طنز و مزاح نگاری میں ایک ممتاز منفرد مقام رکھتے ہیں۔ان کی تحریریں زندگی کے مشاہدات کا نچوڑ نظر آتی ہیں۔آپ کا قلم معاشرے کی برائیوں کا علاج طنز و مزاح کے نشتر سے ہنستے ہنساتے پطرس نے انسانی زندگی کو بڑے قریب سے پرکھا اور وہاں سے ایسے موضوعات کا انتخاب کیا جو ہر دور کی نمائندگی کرتے نظر آتے ہیں۔

پطرس کی زندگی کا سفر کچھ یوں شروع ہوتا ہے کہ پشاور سے بی۔اے کیا لاہور سے ایم۔اے انگریزی کی سند حاصل کی اور وہیں کالج کے استاد مقرر ہوئے کچھ عرصے بعد درس و تدریس کو چھوڑ کر آل انڈیا ریڈیو سے وابستہ ہو گئے۔قیام پاکستان کے بعد لاہور میں کچھ عرصہ پھر درس و تدریس سے منسلک رہے اور پھر اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل نمائندے مقرر ہوئے اور ترقی پا کر اسی ادارے میں اسسٹنٹ سیکریٹری جنرل ہو گئے۔

پطرس کی تحریر انگریزی ادب سے بے انتہا متاثر نظر آتی ہے۔جس کی وجہ ان کا انگریزی ادب سے لگاؤ اور اس کا وسیع مطالعہ ہے۔اور یوں ان کی ہر تحریر میں خیال و اسلوب کے لحاظ سے وسعت نظر آتی ہے۔آپ کی ہر تحریر صحت مند، شگفتگی کے ساتھ ہلکی پھلکی اور رواں نظر آتی ہے۔آپ کے مضامین پڑھ کر یوں محسوس ہوتا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہے کہ جیسے نوجوانوں کی نفسیات خاص طور پر زیر مطالعہ رہی ہو۔جس کی واضح مثال ہمیں ان کے ان مضامین ''میبل اور میں '' اور ''سویرے جو آنکھ میری کھلی'' سے ملتی ہے۔اسی طرح ان کے شاعرانہ ذوق کا احساس بھی ان کی تحریر ''کتے'' پڑھ کر ہوتا ہے۔

طنزیہ ادب میں پطرس کا مقام ان کے مختصر ترین لکھنے کے باوجود اتنا منفرد اور اعلیٰ ہے کہ آج تک کوئی دوسرا طنز و مزاح نگار اس کو نہیں پا سکا۔ان کی خوبصورت تحریریں جیسے ''مرید پور کا پیر'' ''میں ایک میاں ہوں'' ''لاہور کا جغرافیہ'' اس کے علاوہ سویرے جو کل میری آنکھ کھلی'' اور دیگر مضامین پطرس'' ایسے ہیرو کی مانند ہیں کہ جن کو ایک انگوٹھی میں خوبصورتی کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہو۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

شوکت تھانوی

تعارف:

اُردو ادب میں سب سے خوبصورت مزاح نگار شوکت تھانوی تقسیم ہند سے پہلے ہندوستان میں ہفت روزہ مشہور اخبار ''سرپنچ'' میں مزاحیہ مضامین لکھنے پر مزاح نگار کی حیثیت سے پہچانے جانے لگے۔ آپ مزاجاً، فطرتاً ایک بزلہ سنج اور ظریف شخصیت کے مالک تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تحریروں میں ہم کو طنز کی جگہ لطیف اور شگفتہ ظرافت کھلکھلاتی نظر آتی ہے۔ وہ اپنے مزاح کو حالات کی مناسبت سے بڑے بے تکلفانہ انداز میں لفظوں اور محاوروں کا لبادہ اڑھائے دنیا والوں کے دکھوں کا علاج کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ عام طور پر زندگی کو مشاہداتی عینک سے دیکھنے کے عادی ہیں اور اس طرح اپنی تحریر میں مزاح کو تجربے کی بنیاد فراہم کرتے ہیں لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قلم کی نوک پر زندگی قہقہے لگاتی ہوئی قوس قزح کی مانند حقیقتوں کے رنگ بکھیر کر اپنی بات کو دل کی گہرائی میں اُتار دیتی ہے۔ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ شوکت تھانوی کے ہاں طنز کی جگہ مزاح بھرپور انداز میں چھایا نظر آتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شاید انہوں نے یہ سمجھا ہو کہ طنز سے بہتر ہنستے ہنساتے اپنی بات کہہ جانا ہی خوبی ہے۔ ان کی ہر تحریر سادگی اور روانی کا مرقع نظر آتی ہے اور یہی ادا عوام الناس میں ان کی مقبولیت کا باعث بنی۔

اُردو ادب کے بھرپور طنز و مزاح نگاروں میں شوکت تھانوی اپنے تحریری مزاح کی وجہ سے ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ ان کا قلم اگر دکھی انسانیت کو قہقہے کی جگہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مسکرانے پر مجبور کر دے تو یہ کرم مسیحائی کا درجہ رکھتا ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

شفیق الرحمٰن

تعارف:

شفیق الرحمٰن راولپنڈی میں ۱۹۲۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۴۲ء میں میڈیکل کالج لاہور سے ڈاکٹری کا امتحان پاس کیا۔ بعد از تقسیم ہند افواج پاکستان میں شامل ہو کر شاندار خدمات انجام دے کر ۱۹۸۰ء میں ریٹائرڈ ہو گئے۔ اپنے ادبی ذوق کی تکمیل کے لیے اکادمی ادبیات پاکستان سے بھی طویل عرصے وابستہ رہے۔

طنز و مزاح نگاروں میں جہاں اور بہت سے قد آور نام ملتے ہیں وہاں ان میں سے ایک نام شفیق الرحمٰن کا بھی ملتا ہے جو اپنی منفرد تحریر کی بدولت ان میں سب سے جدا نظر آتے ہیں اور ان کی اس انفرادیت کا راز تحریر کے اس منفرد انداز میں پوشیدہ ہے، جو کہ زندگی کے واقعات اور انسانی حرکات و سکنات کے تعاقب میں ہر وقت رہتا ہے یہیں سے قلم کار طنز و مزاح پیدا کرتا ہے۔ ان کی ہر تحریر پر لطف گفتگو اور شگفتہ لطیفوں سے مرصع ہوتی ہے۔ ہر لکھنے والے کی طرح شفیق الرحمٰن بھی معاشرے کی اصلاح اور اسے برائیوں سے پاک کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے اپنی تحریری زندگی کا آغاز افسانہ نگاری سے کیا، لیکن جلد اُکتا گئے اور اپنے مزاج کے عین مطابق طنز و مزاح نگاری کی طرف مائل ہو گئے۔

شفیق الرحمٰن کی ہر تحریر محاوروں، زبان کی سادگی، روانی اور بیان کی شگفتگی کا انداز لیے طنز و مزاح نگاری کے مختلف رنگ بکھیرتی دکھائی دیتی ہے، چاہے وہ"

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

شگوفے" ہوں یا "کرنیں" "حماقتیں" ہوں یا "مزید حماقتیں" "مدوجزر" ہو یا "پچھتاوے" "لہریں" ہو یا "پرواز" "انسانی تماشا" ہو یا "درس زندگی۔"

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ابنِ انشاء

تعارف:

شیر محمد خان نام، ۱۹۲۷ء میں جالندھر میں پیدا ہوئے۔ ملکی اخبارات میں زندگی بھر مزاحیہ کالم لکھتے رہے۔ سفرنامے بھی تحریر کیے جو ان کے مختلف ممالک کے دوروں پر مشتمل تھے۔ ابن انشاء اچھے شاعر، خوبصورت مزاح نگار، حقیقت پر مبنی سفرناموں کے خالق تھے۔ ان کے یہ سفرنامے تمام لکھنے والوں سے اس لیے منفرد نظر آتے ہیں کہ ان میں ہم کو واقعات کے ساتھ احساسات اور جذبات بھرپور انداز میں نظر آتے ہیں جو پڑھنے والوں میں مقبولیت کا باعث بنتے ہیں۔

ان کی ہر تحریر کی زبان عام فہم، متوازن اور سادہ ہے۔ ابن انشاء نے مزاج کے مطابق نثر کی دنیا میں طنز نگاری کو قلم کی زینت بنایا اور ایک بہت ہی چونکا دینے والی بات جو ہمیں ان کی ہر تحریر میں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ طنز نگاری میں پھکڑ پن کی بجائے متانت، سنجیدگی اور ادبی وقار کو قلم کی آبرو جانا۔ لطیف تحریر طنز کی تراشی کے ساتھ انہوں نے اپنی ہر تحریر اس طرح پیش کی کہ قاری کے ذائقے کو بدمزگی کا احساس کبھی نہ ہونے پایا۔ شاعری میں ان کی نظمیں ہوں یا غزلیں، ان میں بعض ایسی ہیں کہ جنہوں نے انہیں امر کر دیا۔

ان کی مشہور تصانیف یقیناً اُردو ادب میں خوبصورت اضافے کا باعث بنی ہیں۔ مثلاً: چلتے ہو تو چین کو چلیے، آوارہ گرد کی ڈائری، اُردو کی آخری کتاب، سانس کی پھانس وغیرہ شاعری میں ان کے خوبصورت مجموعے ''چاند نگر'' اور ''اس بستی کے کوچے'' وغیرہ ملتے ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بیگم اختر ریاض الدین

تعارف:

بیگم اختر ریاض الدین اُردو ادب کی دنیا میں اپنے سفرناموں کی وجہ سے عام طور پر پہچانی جاتی ہیں۔انہوں نے دنیا کے بے شمار ملکوں کا سفر کیا اور زندگی کو بڑے قریب سے دیکھا اور پرکھا اور آخر اس کو پراثر انداز میں قلم بند کیا۔

بیگم اختر نے سنجیدہ طنز وظرافت کو اس خوبصورتی سے اپنی تحریروں میں پیش کیا کہ وہ ایک باوقار اور حقیقت پسند نثر نگار کے طور پر ہمارے سامنے آئیں۔ان کی ہر تحریر پڑھنے والے کو متاثر کیے بغیر نہیں رہتی اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کاش وہ بھی ایسے ان دیکھے مقامات کو دیکھ سکے۔

ان کی طرز تحریر سادہ، معیاری، پراثر اور لطیف احساسات سے آراستہ بے تکلفی کا لبادہ اوڑھے ہوئے نظر آتی ہے۔انہوں نے دنیا کے ہر حصے کو اس کی ظاہری چمک دمک کی وجہ سے پسند نہیں کیا بلکہ حقیقت کی نظر سے دیکھتے ہوئے اچھے برے کی نشاندہی بلا جھجک کرنے میں عار محسوس نہیں کی ان کی نثر کا ہر جملہ ترنم کے انداز میں گنگناتا ہوا نظر آتا ہے اور قاری کی نظر سے جب گزرتا ہے تو اس کے احساسات کے تاروں کو چھیڑ کر ایک خوشگوار تاثر پیدا کر دیتا ہے۔''سات سمندر پار'' اور ''دھنک پر قدم'' وہ سفرنامے ہیں جو بیگم ریاض الدین کی پہچان بن گئے ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خطوط غالب

حرفِ اوّل:

مرزا غالب کے تحریر کردہ خطوط نثری ادب میں ایک منفرد اور ممتاز مقام کے حامل ہیں۔ ان خطوط کی وجہ سے ہمارے نثری ادب میں دل میں اتر جانے والی سادہ طرز تحریر کی روایت قائم ہوئی۔ مرزا کے خطوط میں ایک نمایاں چیز جو ہمیں ملتی ہے وہ ہے کہ آپ نے خط کو ملاقات کا حقیقی ذریعہ بنایا۔ ان خطوط کی تحریر عام فہم اور دلچسپ ہے اور یقیناً ہم اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ خطوط نویسی میں غالب کا کوئی مد مقابل نہیں انہوں نے شاعری کی طرح نثری ادب میں بھی ایک انقلاب برپا کیا۔ اور اس طرح ان کے اسلوب کے ذریعے اُردو نثر کے دورِ جدید کا آغاز ہوا

غالب کی شخصیت اور ان کے خطوط:

غالب اپنے خطوط میں ہمیں ایک ایسے شخص کی مانند نظر آتے ہیں جو اپنی اچھائیوں اور برائیوں کا اظہار کرتے ہوئے ہچکچاتا نہیں اور یہ ان کی شخصیت کی خوبی ہے۔ ان کی نجی زندگی کے بہت سے ایسے پہلو ان خطوط کے ذریعے ہمارے سامنے آتے ہیں جن سے ان کی شخصیت کا صحیح تصور ملتا ہے۔ غالب اپنے خطوط کے ذریعے اپنی زندگی کے ہر رخ پر تبصرہ کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی تحریر میں ہم کو جذبات کا اظہار، شگفتگی، شوخی، بے تکلفی، واقعہ نگاری اور بزلہ سنجی جا بجا نظر آتی ہے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خط بنام میر سرفراز حسین و یوسف مرزا:

یہ دونوں غالب کے شاگرد تھے۔ان دونوں سے غالب کو گہرا قلبی لگاؤ تھا۔اور وہ ان دونوں کو اپنے بیٹوں کی طرح سمجھتے تھے۔مرزا نے سب سے زیادہ خطوط انہی کے نام تحریر کیے ہیں۔

شاملِ نصاب یہ دونوں خطوط مرزا کی خطوط نویسی کی اہمیت اور ان کے اپنے دوستوں سے تعلق کی نوعیت کے علاوہ ان کے ذاتی حالات سے بھی ہم کو آگاہ کرتے ہیں۔ان دونوں خطوط کی طرح عام طور پر غالب کے تمام خطوط رسمی القاب و آداب کے بغیر ہوتے ہیں۔وہ عام طور پر برخوردار، میاں اور صاحب جیسے لفظ استعمال کرتے ہیں۔اس سلسلے میں غالب نے خود لکھا ہے کہ ''میرا طریقہ یہ ہے کہ جب کسی کو خط لکھنے کے لیے قلم اٹھاتا ہوں تو مکتوب الیہ کو کسی ایسے لفظ سے پکارتا ہوں جو اس کی حالت کے موافق ہوتا ہے۔اور پھر مطلب لکھنا شروع کر دیتا ہوں۔ان دونوں خطوط میں سادگی اور بے تکلفی کا ایسا ماحول ملتا ہے کہ جیسے دو آدمی سامنے بیٹھے باتیں کر رہے ہوں۔یہ غالب کے خطوط کی خصوصیت ہے۔ہمیں ان کی تحریر ہر طرح کے ادبی اور لسانی تکلفات سے پاک نظر آتی ہے۔

غالب کی طبیعت میں شوخی اور ظرافت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔جس کا اظہار ہم کو ان کی تحریر میں بھی ملتا ہے۔حالی لکھتے ہیں کہ مرزا غالب کی نثر میں شوخی و ظرافت اس طرح بھری ہوئی ہے جس طرح ساز کے تاروں میں سر بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔غالب نے کہا ہے کہ میں نے ایسا انداز تحریر ایجاد کیا ہے کہ مراسلے کو مکالمہ بنا دیا ہے ان دونوں خطوط سے انداز ہوتا ہے کہ یہ غالب نے اپنی عمر کے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آخری حصے میں تحریر کیے تھے۔

حرف آخر:

اگر ہم مرزا غالب کے تمام خطوط کا جائزہ لیں تو اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ غالب ان پر اصلاح بھی دیتے اور علمی و لسانی مسائل پر بے لاگ تبصرہ بھی کرتے ،اس طرح یہ خطوط غیر معمولی تاریخی اہمیت کے حامل ہیں اور یہ بے مثال ادبی دستاویز کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔اب تک خطوطِ غالب کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

(۱) نمود ہندی (۲) اُردوئے معلّٰی (۳) نادر خطوط غالب (۴) مکاتیب غالب (۵) نادرات غالب (۶) خطوط غالب

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خطوط

اکبرالہ آبادی

ایک بہترین شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ مراسلہ نگار کی حیثیت سے بھی اکبرالہ آبادی کا مقام اُردو ادب میں ہمیں نمایاں نظر آتا ہے۔ان کے خطوط ایک سچے قوم پرست انسان کے دلی جذبات اور احساسات کی ترجمانی کرتے نظر آتے ہیں یہ خطوط اپنی جگہ پر یقیناً سنجیدہ نگاری کا مرقع ہیں ۔خط نجی گفتگو کا ایک ایسا بہترین ذریعہ ہے جو فاصلوں کو وقتی طور پر محدود کر دیتا ہے۔اکبر بھی اپنے خطوط میں ان تمام حالات و واقعات ذکر بڑی خوبی سے کرتے نظر آتے ہیں جن سے ان کو روز مرہ کی زندگی میں سابقہ پڑتا ہے۔ظاہر ہے کہ ایسی تحریریں لکھنے والے کی شخصیت کی بھرپور عکاسی کرتی ہیں۔

اکبر ایک دیندار انسان تھے ۔اس لحاظ سے ان کی جو بھی تحریر ہمارے سامنے آئی وہ اسلامی تشخص اور مرضیٔ الٰہی کی ترجمانی کرنے کا فریضہ ادا کرتی نظر آتی ہے۔

خطوط اکبر زبان و ادب اُردو میں ایسا خوبصورت اور دلکش اضافہ ہے کہ جسے کسی بھی دور میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ۔مکتوب نگاری میں اکبر زبان کی روانی شگفتگی اور اسے پر اثر بنانے کی طرف خاص توجہ دیتے ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ

تعارف:

اُردو ادب میں بطور خطوط نگار جتنے افراد کے نام ہم کو ملتے ہیں، غالب کے بعد ان سب میں بلند ترین مقام علامہ اقبال کا نظر آتا ہے۔ غالب نے خطوط کے ذریعے جو انقلاب اُردو ادب کی دنیا میں برپا کیا، اس کو اپنی اصلی شکل میں انتہائی عروج پر لے جانے میں علامہ اقبال کا بڑا نمایاں کردار رہا ہے۔ آپ خداداد صلاحیتوں کے مالک تھے۔ علامہ کے تحریر کردہ خطوط کا اگر ہم ایک ناقدانہ جائزہ لیں تو ہم پر یہ انکشاف ہوگا کہ ان کے خط کی ہر تحریر میں اپنی قوم چاہے وہ اہل خانہ ہوں یا دوست احباب یا معاشرے کے عام افراد سب کے لیے ایک ہی دردمندی کا خوبصورت سا احساس نظر آتا ہے۔ ان کی تحریر سیدھے سادے انداز میں قاری کے دل کو متاثر کر دیتی ہے۔ جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ موضوع کے مطابق صحیح بات ہمیشہ لکھنے کے عادی رہے ہیں۔ ان کے خطوط میں ہم کو وقت کی مناسبت سے گفتگو، ماحول کی دلکش منظر کشی اور لطیف جملوں کی خوبصورت بندش جا بجا تحریر کو من پسند بناتی اور قاری کی دلچسپی اور توجہ کا باعث بنتی ہے۔ اگر ان خطوط کی زبان دیکھی جائے تو علامہ کی شاعری کی طرح یہ بھی بڑی باوقار اور عالمانہ ہوتی ہے۔

علامہ اقبال کا ہر خط حقیقت اور صداقت کا پیکر نظر آتا ہے۔ آنے والے ہر دور میں آپ کے خطوط دنیا والوں کو مکتوب نگاری کے خوبصورت انداز بتاتے ہوئے غالب کی طرح خراج عقیدت پیش کرنے کا ذریعہ بنتے رہیں گے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رجب علی بیگ سرور

رجب علی بیگ نام اور سرور تخلص تھا۔ ۱۲۰۱ھ میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم و تربیت پائی۔ عربی اور فارسی میں اچھی دست گاہ اور ید طولیٰ رکھتے تھے شاعری میں آغا نوازش حسین کے شاگرد تھے۔ آپ کو بیک وقت شاعری، خطاطی، خوش نویسی اور موسیقی سے قلبی اور گہرا لگاؤ تھا۔ لیکن ان کی رنگین لکھنوی طرز نگارش اور مقفیٰ و مسجع اور فارسی آمیز عبارت کے سامنے دوسری حیثیتیں دب کر رہ گئیں۔

سرور کا دور علم و ثقافت کے اعتبار سے ارتقاء کے مراحل میں پہنچ چکا تھا۔ علم و فضل، شاعری، مصوری، موسیقی، ادب اور آرٹ کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ جس کا تذکرہ سرور نے اپنی مشہور و معروف کتاب ''فسانہ عجائب'' کے دیباچے میں مزے لے لے کر کیا ہے۔

سرور کو اگرچہ شاعری سے بھی بڑا شغف تھا لیکن میر امن کی طرح ان کی شہرت کا دارومدار ان کی نثری تصانیف بالخصوص ''فسانہ عجائب'' کی بے مثل انشاء پردازی اور اس کے پر تکلف اور رنگین اسلوب ہی پر ہے۔ سرور نے یوں تو کئی کتابیں تصنیف کیں مثلاً گلزار سرور، شبستان سرور، فسانہ عبرت وغیرہ۔ لیکن ان سب میں ''فسانہ عجائب'' کو بڑی شہرت نصیب ہوئی اور اسی معرکۃ الآراء تصنیف نے تاریخ ادب اُردو میں سرور کو زندہ جاوید کر دیا۔ اس کتاب میں اس زمانے کے اعتبار سے تمام عبارتوں میں ایک تصنع اور تکلف پایا جاتا ہے۔ گویا پوری کتاب مقفیٰ اور مسجع عبارت کا بہترین نمونہ ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے انہوں نے نثر میں رنگین

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

شاعری کی ہے۔

سرور نے ''فسانہ عجائب'' کے دیباچے میں اپنے وطن عزیز یعنی سرزمین لکھنو کی بڑی تعریف وتوصیف کی ہے اور یہاں کے جملہ اہل کمال کے گن گائے ہیں اور انہیں زبردست خراج عقیدت پیش کیا ہے۔جس کا انہیں پورا پورا حق تھا۔لیکن آگے چل کر میر امن کے سلسلے میں جس قسم کے معاندانہ خیالات کا اظہار کیا ہے اور جس متوجانہ انداز سے ان کا مذاق اڑایا ہے وہ سرور کے شایان شان نہیں تھا۔ان کی سادہ، سلیس اور شگفتہ وشستہ نثر کو دلی کا روڑا بتایا ہے اور اس کے جواب میں ''فسانۂ عجائب'' کی عبارت میں نہایت پر تکلف فارسی آمیز اور دقّت پسند انداز اختیار کیا۔اس میں شک نہیں کہ اس کتاب میں قافیہ پیمائی اور عبارت آرائی کے بہترین نمونے ملتے ہیں لیکن جو روانی اور شگفتگی میر امن کی باغ و بہار میں ملتی وہ سرور کے یہاں عنقا ہے۔

سرور کی یہ کتاب لکھنوی مزاج اور لکھنؤ کے ادبی مذاق کی آئینہ دار ہے ۔قدم قدم پر تکلف وتصنع ،صنائع وبدائع اور آورد کی نمائش ملتی ہے۔لیکن اب اس کی اہمیت محض تاریخی اور لسانی اعتبار سے باقی ہے لیکن اس کے برعکس میر امن کی ''باغ وبہار'' آج بھی اپنی سلیس وبامحاورہ زبان کی وجہ سے مقبول ومطبوع خلائق ہے

مرصع اور ثقیل نگاری میں سرور کو اتنی دلچسپی اور اس قدر شغف تھا کہ بیان سے باہر ہے اور اس فن میں وہ اس قدر مشہور ہوئے کہ ان کے دیگر کمالات یعنی ان کی خطاطی ،خوشنویسی ،موسیقی اور شاعری وغیرہ کوئی اس کے سامنے فروغ نہ پا سکے ۔ان کا دیوان مفقود و نایاب ہے مگر ان کے اشعار سے جو ان کی تصانیف میں جابجا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ملتے ہیں کہا جاسکتا ہکہ وہ بھی یقیناً اعلیٰ پائے کا ہوگا۔ سرور لکھنؤ کے عاشقوں میں ہیں اور لکھنو ہی میں اپنی زندگی کا بیشتر حصہ گزارا مگر پھر بھی ان کے اشعار سے دلی کا تبع معلوم ہوتا ہے کیونکہ تصنع اور مبالغہ سے پاک اور بری ہے۔

سرور کی زبان مقفیٰ اور مسجع عبارت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ چونکہ ان کی نشوونما ایک ایسے دور میں ہوئی جس میں اس قسم کی پر تکلف اور مرصع وعبارت کا زور وشور اور غلغلہ ہر جگہ بلند تھا اس لیے ان کے قلم نے بھی یہی رنگ اختیار کیا۔ اور مقفیٰ و مسجع عبارت کے باوجود برجستگی نے ان کی تحریر کے رنگ کو نکھار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور کی اُردو تصانیف میں اگر کوئی کتاب لکھنؤ اسکول کی پیش کی جاسکتی ہے تو یہی ''فسانۂ عجائب'' ہے اور یہ اُردو کی مشکل ترین کتاب بھی تسلیم کی جاتی ہے۔

سرور کی تحریر کا نمونہ یہ ہے:

یہ پنبۂ وہاں، ہیچدان، محرر داستان، مقلد گزشتگان، سراپا قصور رجب علی بیگ تخلص سرور۔ ''سبحان اللہ وبحمدہ عجب شہر گلزار ہے، ہر گلی کوچہ دلچسپ باغ وبہار ہر شخص اپنے طور پر باوضع قطعدار۔

تنقید وتبصرہ:

فسانۂ عجائب اپنے دور کے تمام محاسن اور آج کے نقطۂ نظر سے معائب سے پر ہے لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا ایک ممتاز ومنفرد مقام ہے۔

سرور کا تخیل بے لگام ہو کر اپنے گرد وپیش کو فراموش نہیں کرتا، بلکہ طلسمات کی سیر کرتے وقت بھی سرور کی آنکھیں لکھنوی بازاروں، گلی کوچوں، دکانوں، سیر تماشوں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

میلوں ٹھیلوں اور لکھنو کے مختلف ہنگاموں کی طرف لگی رہتی ہیں۔ ان کی بول چال، محاورے اور رسوم وعقائد سب لکھنوی ہیں۔

سرور نے اپنے وقت کے ادبی مذاق کو نہایت لطیف پیرائے اور دلکش انداز میں پیش کیا ہے۔ سرور کو اس طرز میں جو کامیابی ہوئی وہ کسی دوسرے کو نصیب نہ ہو سکی۔ گویا ''فسانۂ عجائب اپنے طرز کے لحاظ سے ایک ایسا مرقع ہے جس میں اس دور کے رجحانات کی حسین تصویریں یکجا کر دی گئی ہیں۔ لکھنوی مذاق کا یہ خاکہ ''فسانۂ عجائب'' سے بہتر کہیں نہیں ملتا۔ جس سے سرور کی قابلیت اور وسیع النظری کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ سرور نے اس وقت کے تمام داستان گویوں سے الگ ہو کر اپنے وقت کے لکھنوی مزاج کی تصویر کشی کی ہے۔ سرور کی تحریر میں رنگینی بڑی حد تک پائی جاتی ہے۔ الفاظ کا استعمال اس انداز سے کیا ہے کہ رعایت لفظی ہر جملے کی جان بن گئی ہے۔ وہ محاوروں پر جان دیتے ہیں اور ان کا استعمال اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔ سرور کے یہاں الفاظ و معنی کا وہ حسین امتزاج ہے کہ یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ یہ شاعری ہے یا نثری داستان۔ رعایت لفظی سے اکثر جملے بے تاثیر ہو گئے ہیں۔

الفاظ کے گورکھ دھندوں نے سرور کو حقیقت پسندی کے ساحل تک پہنچنے نہ دیا مگر حسن کلام اور انداز بیاں میں چار چاند لگ گئے ہیں۔ سرور نے اس طرح قافیہ پیمائی کی ہے کہ نثر پر نظم کا دھوکا ہوتا ہے۔ ہر مقام پر ایک ترنم اور آہنگ ملتا ہے اور ترنم ماحول میں الفاظ کی جھنکار اور جملوں کی مناسبت سے ایک طلسماتی فضا اور دل گداز یت پیدا کر دی ہے جس میں فسانۂ عجائب کا قاری ایک اور مسرت محسوس کرتا ہے اور ان کی نثر پڑھنے اور سننے والے پر اسی سحر آفرینی کا اثر ہوتا ہے جو ایک پرسوز شعر کسی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حساس دل پر کرتا ہے۔ چنانچہ یہ بات سچ معلوم ہوتی ہے کہ:

''فسانۂ عجائب اُردو نثر کے تیسرے دور کی انجیل ہے۔''

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

منشی پریم چند

پیدائش ۱۸۸۰

وفات ۱۹۳۶ء

جدید افسانہ نگاری کا بادشاہ:

منشی پریم چند کو جدید افسانہ نگاری کا بادشاہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ آپ نے اس فن کی ابتدا کر کے اس کو درجہ کمال تک پہنچا دیا ہے۔ اس کی وجہ سے وہ شہرت و عظمت حاصل ہوئی ہے جو دائرہ الفاظ میں نہیں آسکتی۔

علم و ادب اور زندگی:

آپ نے ۱۹۰۱ء میں باقاعدہ ادبی زندگی کو اپنایا اور مختلف رسائل کے لیے مضامین لکھے۔ غرض یہ کہ تمام زندگی علم و ادب کے لیے وقف کر دی۔ پریم چند اُردو، ہندی دونوں زبانوں کے الفاظ کا رواں استعمال کرتے تھے مگر اکثر ہندی کے ایسے الفاظ بھی ان کے ہاں آجاتے ہیں جو اُردو میں زیادہ رائج نہیں۔ مگر پریم چند کے ہاں وہ لفظ اجنبی نہیں ہوتے تھے۔ پریم چند نے سیکڑوں افسانے، ڈرامے اور ناول لکھے ہیں۔ یہ اُردو ناول نگاروں میں بھی ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ ان کا مشہور ناول ''گئودان'' اُردو ادب میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ مگر آپ کا سب سے بڑا کارنامہ افسانہ نگاری ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سادگی میں پُرکاری:

سادگی میں پُرکاری پریم چند کی نمایاں خصوصیات ہے۔ان کے ہاں زبان صاف، سہل اور رواں ہوتی ہے لیکن اس میں بلا کا جوش اور ولولہ ہوتا ہے۔زبان کے علاوہ اسلوب بیان بھی بالکل فطری اور حقیقی ہے۔اس میں بناوٹ کا شائبہ بھی نہیں ہوتا۔ان کے پلاٹ صاف اور واضح ہوتے ہیں۔واقعات کے علاوہ نشیب و فراز سے وہ قصے میں جان ڈال دیتے ہیں۔

ادب برائے زندگی:

پریم چند کے افسانے ہماری زندگی کی جیتی جاگتی تصویر ہیں۔اُردو ادب میں وہ پہلے نثر نگار ہیں جنھوں نے ''ادب برائے زندگی'' کے نظریے کو اپنایا ہے۔ حقیقت نگاری ان کی تحریر کا بنیادی مقصد ہے۔اور اس میں وہ انتہائی کامیاب ہیں۔ انہوں نے قومی جذبے کی سرشاری سے مجبور ہوکر اپنے ذاتی تجربات کو افسانوں کا موضوع بنایا۔وہ عام طور پر سنجیدہ قصے لکھتے ہیں تو بھی وہ اپنی مثال آپ ہوتے ہیں۔ یہ نہیں محسوس ہوتا کہ کوئی سنجیدہ شخص زبردستی شوخ بیانی سے کام لے رہا ہے۔

افسانوں کا معیار:

انہوں نے بہت بڑی تعداد میں افسانے لکھے ہیں، جن میں بیشتر ہر طبقے خیال میں پسند کیے گئے لیکن کچھ افسانے تو دنیا کے بہترین افسانوی ادب میں شمار کرنے کے لائق ہیں۔

افسانوں میں ''کفن'' پریم چند کا شاہکار ہے۔کفن کے علاوہ بھی پریم چند کے سیکڑوں افسانے دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ جدید افسانہ نگاری کے فن پر پورے اترتے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہیں ان کے عنوان بے مثال اور اختتام لاجواب ہوتا ہے۔

دیہاتی زندگی کی عکاسی:

دیہاتی زندگی کی عکاسی پریم چند کا خاص موضوع ہے جن میں ان کا کوئی ثانی نہیں۔ وہ عموماً گھریلو اور معاشرتی مسائل پر روشنی ڈال کر معاشرے کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کسانوں، مزدوروں اور نچلے طبقوں کے لوگوں کے دکھ سکھ کو محسوس کر کے ہمیں اس سے آشنا کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ برصغیر کی آبادی کا بیشتر حصہ دیہات پر مشتمل تھا۔ پریم چند خود بھی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ ان کی نظروں میں وہاں کے بے شمار مسائل تھے، جن کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ پریم چند نے ان کی طرف توجہ دی۔ انہوں نے مذہب و ملت سے بالاتر ہو کر انسانی مساوات کا سبق دیا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مولوی عبدالحق

ولادت: ۱۸۷۰ء

وفات: ۱۹۶۱ء

حرفِ اوّل:

بابائے اُردو مولوی عبدالحق کا مرتبہ اُردو ادب میں بحیثیت انشاء پرداز نقاد، مقدمہ نگار، لغت نویس، قواعد نویس اور ایک ادیب، بہت بلند ہے

آپ نے ۱۸۹۲ء میں علی گڑھ سے بی۔اے کیا اور علی گڑھ میں دورانِ قیام سرسیّد، حالی اور نواب محسن الملک جیسی شخصیتوں کی صحبت نصیب ہوئی۔ بعد میں حیدرآباد دکن کے محکمہ تعلیمات میں ملازمت کرلی۔ عثمانیہ یونیورسٹی میں اُردو کے پروفیسر کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہوا۔ اور ۱۹۱۲ء میں انجمن ترقی اُردو حیدرآباد دکن کے اعزازی سیکریٹری مقرر ہوئے۔ اور قیام پاکستان کے بعد انجمن ترقی اُردو کو کراچی منتقل کرلیا۔ اور مرتے دم تک اسی سے وابستہ رہے۔

اُردو کا قدیم اور کلاسیکی ادب:

مولوی صاحب کی پوری زندگی علمی تحقیق، مطالعہ، تالیف و تصنیف اور اس کے ساتھ سیاسی اور قومی محاذ پر اُردو کے لیے ایک مسلسل جہاد میں صرف ہوئی اور لوگ بجا طور پر انہیں بابائے اُردو کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ذاتی اور شخصی اعتبار سے سرسیّد احمد خان کے بعد مولوی عبدالحق غالباً واحد شخص ہیں۔ جنہوں نے اُردو اور صرف اُردو کے لیے اپنے آپ کو وقف کردیا۔ اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ انجمن ترقی اُردو میں زندگی اور توانائی مولوی صاحب کی کوششوں سے پیدا ہوئی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۔اُردو زبان و ادب کی تاریخ میں مولوی صاحب کا سب سے بڑا کارنامہ اُردو کے قدیم اور کلاسیکی ادب کی دریافت ہے۔مثلاً ان کی کوششوں سے شعرائے اُردو کے تذکرے جو نایاب تھے مرتب ہو کر ہمارے سامنے آئے۔

اُردو نثر نگاروں میں مرتبہ:

اُردو نثر نگاروں میں آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔آپ کو زبان پر پوری طرح قدرت حاصل ہے۔آپ کی تحریر کا رنگ اگر کسی سے ملتا ہے تو وہ مولانا حالی ہیں۔اگر ہم یہ کہیں تو بے جا نہ ہوگا کہ موجودہ دور میں آپ ہی کی کوششوں سے لوگوں کے دلوں میں اُردو زبان سے خاص لگاؤ اور شوق پیدا ہوا۔

مضامین عبدالحق:

مولوی عبدالحق کے مضامین اُردو ادب میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔آپ نے مختلف موضوعات پر مضامین تحریر کیے۔ان کے موضوع عام طور پر تحقیقی، معلوماتی اور ادبی اور سوانحی نوعیت کے ہوا کرتے تھے۔آپ نے آکسفورڈ ڈکشنری کے نمونے پر انگریزی اُردو ڈکشنری بھی مرتب کی۔اُردو ادب میں مقدمہ نگاری کے فن کو باقاعدہ اور مستقل حیثیت دینے میں آپ کے تحریر کردہ وہ مقدمات جو آپ نے مختلف کتابوں پر لکھے، بنیاد بنے، جس کی وجہ سے اُردو ادب میں تنقید نگاری کا ایک ایسا معیار ہمارے سامنے آیا جو کہ سادہ، بے لاگ، سچا اور پر خلوص ہے۔آپ کے تحریر کردہ خطوط بھی اپنی جگہ پر اُردو ادب کا سرمایہ ہیں۔ان خطوط میں ہم کو خلوص، نکھار اور بے تکلفی ملتی ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قدیم شعراء کا انتخاب کلام اور تنقید:

قدیم شعراء کے سلسلے میں بھی مولوی صاحب کی خدمات کسی سے کم نہیں ہیں۔آپ نے ان شعراء کے کلام کا انتخاب بڑی تحقیق اور جستجو کے بعد کیا۔اور پھر اس پر بڑی فکر انگیز تنقید بھی کی۔ان شعراء میں میر تقی میر اور داغ دہلوی کا نام ہم لے سکتے ہیں۔مولوی عبدالحق نے ایسے بہت سے رسالے شائع کیے کہ جن کی وجہ سے اُردو زبان کی ترقی میں بڑی مدد ملی اور ادبی سرمائے میں اضافے کا باعث بنے۔ آپ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ اُردو کو صاف اور آسان بنا دیا جائے۔لہٰذا ہمیں آپ کی تحریر میں ایسے الفاظ ملتے ہیں جو عام استعمال میں آتے ہیں لیکن ادبی چاشنی اپنی جگہ پر موجود رہتی ہے۔ویسے بھی آپ کی زبان بڑی نپی تلی ہوتی ہے۔آپ نے کبھی کسی بھی چیز کو اپنی تحریر میں پیچیدہ بنا کر پیش نہیں کیا بلکہ سیدھے سادے انداز میں اپنے مقصد کو بیان کرتے ہیں ۔جملے چھوٹے ہوتے ہیں۔سرسیّد احمد خان کی تحریک سے متاثر ہونے کی وجہ سے آپ کے ہاں ہم کو خلوص، سادگی اور صداقت ملتی ہے۔

حرفِ آخر:

مولوی عبدالحق کے اُردو زبان پر بڑے احسانات ہیں۔آپ نے بابائے اُردو ہونے کا حق ادا کیا آپ کی تحریر کردہ خاص خاص کتابوں کے عنوانات درج ذیل ہیں۔

چند ہمعصر، مقدمات عبدالحق، خطبات عبدالحق، افکار عبدالحق، مکاتب عبدالحق، مکتوبات بابائے اُردو، سرسیّد احمد خان، انتخاب کلام میر، انتخاب داغ، اُردو صرف ونحو انگریزی سے اُردو لغت وغیرہ۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آغا حشر کاشمیری

آغا جی کی ڈراما نگاری:

آغا حشر کے آباء واجداد کشمیر کے رہنے والے تھے۔ مگر عرصہ سے ان کا خاندان تجارت کی غرض سے بنارس منتقل ہو گیا تھا۔ اور آغا حشر کی ولادت امرتسر میں ہوئی۔ وہ نہایت ذہین انسان تھے۔ سترہ، اٹھارہ برس کی عمر میں بمبئی چلے گئے اور الفرید تھیٹریکل کمپنی میں ملازمت کر لی۔ اور اس طرح آپ نے باقاعدہ ڈراما نگاری کا آغاز کیا اور بہت سے تماشے اس کمپنی کے لیے تحریر کیے۔ جن کے پلاٹ زیادہ تر یورپی ڈراموں سے لیے تھے اور کچھ ڈرامے ان کی اپنی تخلیق بھی تھے۔ ملازمت ترک کرنے کے بعد انہوں نے سیالکوٹ میں اپنی ذاتی کمپنی بھی کھولی، جو نقصان اٹھا کر تھوڑے ہی دنوں میں بند کر دی۔ اس کے بعد آغا کلکتہ چلے گئے۔ اور میڈن کے یہاں ایک معقول تنخواہ پر فلم ایکٹر ہو گئے لیکن لکھنے لکھانے کا شوق جاری رہا۔ آپ کی معروف تصانیف کے نام حسبِ ذیل ہیں۔ شہید ناز، مرید شک، اسیر حرص، ترکی حور، خوبصورت بلا، سفید خون وغیرہ بعض ہندی ڈرامے بھی لکھے مثلاً سورداس، سپتا بن باس، گنگا اترن وغیرہ۔

آغا حشر اور ڈرامے کی تاریخ:

سو سالہ ڈرامے کی تاریخ میں جو مقبولیت عوام میں آغا حشر کو ملی وہ کسی دوسرے لکھنے والے کو نہیں مل سکی۔ اُس دور میں احسن لکھنوی کے ڈرامے عام طور پر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بڑے مقبول تھے۔لہٰذا آغا حشر نے بھی احسن ہی کے انداز کو مشعلِ راہ بنایا اور بہت جلد اس میدان میں سبقت لے گئے۔۱۹۰۹ء میں آپ نے ڈراما ''سفید خون'' لکھا جو بڑا معیاری تھا۔

مزاحیہ ڈرامے:

آغا حشر کاشمیری جب بھی کوئی مزاحیہ ڈراما لکھتے تو عام لوگوں مثلاً دکان داروں وغیرہ کو ضرور سناتے تھے۔اگر وہ لوگ ڈراما سن کر ہنستے تو آغا سمجھتے کہ ان کا ڈراما صحیح ہے اور یہ ضرور کامیاب ہوگا۔لیکن اگر ان لوگوں کے چہرے پر ہنسی کا کوئی تاثر نہیں ہوتا تو وہ یہ سمجھتے کہ ان کی تحریر ظریفانہ معیار پر پوری نہیں اتری۔اسٹیج کے تقاضوں کا جتنا علم آغا کو تھا کسی اور کو نہ تھا۔اگر ان کے ڈرامے کو بہتر روایات ملتیں تو وہ اعلیٰ پائے کے ڈراما نگار ہوتے۔

جذبات کا اظہار:

ان کی تحریر میں ہم کو مارلو کا رنگ بہت ملتا ہے۔وہ اپنے کرداروں میں جذبات کا اظہار بہت صحیح طریقے سے کرتے ہیں۔ان کا عشق بہت گہرا اور ان کے جذبات بہت عمیق ہیں۔دراصل وہ نثر اور نظم دونوں کے استاد ہیں۔ان کے انداز بیاں کی خوبیاں اس وقت سامنے آتی ہیں کہ جب وہ دو کرداروں کو جو کہ ایک دوسرے کی ضد ہوتے ہیں مکالمہ بلواتے ہیں۔اس قسم کے مناظر ہم کو اس پرحرص، خوبصورت بلا اور سورداس میں ملتے ہیں۔

رستم وسہراب:

رستم وسہراب،ان کے آخری دور کا ڈرامہ ہے جو کہ ان کے بہترین

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ڈراموں میں شمار ہوتا ہے۔ آغا کے اور ڈراموں کی طرح یہ ڈرامہ بھی ماخوذ ہے۔

آغا حشر نے اپنی تخلیقی زندگی کو مختلف ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا دور ۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۵ء تک دوسرا دور ۱۹۰۶ء ۱۹۰۹ء تک، تیسرا ادوار ۱۹۱۰ء سے ۱۹۱۴ء تک چوتھا دور ۱۹۱۷ء سے ۱۹۳۴ء تک۔

آغا جی پر اعتراض:

عام طور پر آغا حشر پر یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ ایک ہی تماشے میں دو مختلف پلاٹ قائم کرتے ہیں، جس سے توجہ منتشر ہو جاتی ہے۔ اکثر جگہ شعر کو ایکشن پر ترجیح دیتے ہیں۔ یا اشعار کو محض حسن بیان کے طور پر لکھتے ہیں، جو اصول ڈراما نگاری کے خلاف ہے۔ کبھی کبھی بہت گرا ہوا مذاق بھی پیش کرتے ہیں، جس سے منظر کا اثر ختم ہو جاتا ہے اور ایکشن پر برا اثر پڑتا ہے۔ مگر باوجود ان تمام عیوب کے آغا حشر کاشمیری ایک نہایت اعلیٰ درجے کے ڈراما نگار ہیں اور ان کی تصانیف اُردو ڈرامے میں اہم مقام رکھتی ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سیّد امتیاز علی تاج

حرفِ اوّل:

اُردو ڈرامے کی نگری میں امتیاز علی تاج کو وہی مقام حاصل ہوا جو شاعری میں میر کو، ناول نگاری کی حیثیت سے ڈپٹی نذیر احمد کو اور افسانہ نگاری میں پریم چند کو حاصل ہے آپ نے بائیس سال کی عمر میں اپنا لاجواب ڈراما ''انارکلی'' لکھا۔ اس کے علاوہ مزاحیہ ادب کے لیے ایک انگریزی کتاب سے خیال لے کر مزاحیہ کردار ''چچا چھکن'' تخلیق کیا۔ انارکلی اور چچا چھکن نے امتیاز علی تاج کو اُردو ادب کی وہ بے مثل شخصیت بنا دیا کہ جب تک وہ زندہ رہے تو لوگ ان سے ملنے کی آرزو میں رہتے۔ اور جب مرے تو لوگوں نے اُنہیں دل و دماغ میں بسا لیا۔

ادبی گھرانہ:

امتیاز علی تاج یوپی کے ایک سادات گھرانے سے متعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد شمس العلماء مولوی سیّد امتیاز علی اور والدہ محمدی بیگم دونوں ادبی ذوق کے حامل تھے۔ لاہور آ بسنے کے بعد ان دونوں نے مل کر عورتوں اور بچوں کے لیے دو رسالے ''تہذیب نسواں'' اور ''ہفت روزہ پھول'' شائع کیے۔ امتیاز علی تاج نے اس ادب کے رسیا گھرانے میں آنکھ کھولی۔ اس کے علاوہ آپ کی شادی بھی ایک اہل قلم خاتون محترمہ حجاب اسماعیل (حجاب امتیاز علی) سے ہوئی۔ لہٰذا ادب سے لگاؤ تاج صاحب کی رگ و پے میں موجزن تھا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

معاشرے کی اصلاح:

امتیاز علی تاج کی تحریر کا بنیادی مقصد معاشرے کی اصلاح تھا۔ لہٰذا آپ نے اپنے پیغام کا ذریعہ ڈرامے کو بنایا۔ اس شوق میں آپ اس قدر آگے بڑھے کہ اصلاح نسواں کے سب سے بڑے علم بردار بنے اور اس کے نتیجے میں لوگ آپ کو ''عورتوں کا سرسیّد'' کہا کرتے تھے۔

تاج صاحب اور انارکلی:

تاج صاحب کا تحریر کردہ ڈراما ''انارکلی'' بیسویں صدی کے تحریر کردہ تمام ڈراموں سے منفرد اور عظیم شاہکار ہے۔ اس کی بدولت اُردو ادب میں ڈرامے کے فن کی بنیاد مستحکم ہوئی اور ''انارکلی'' نے ڈراما نگاری کے فن کو زندگی سے قریب تر کر دیا۔ اس میں ہمیں زبان کی خوبی، مکالموں کی برجستگی، چستی و دلکشی بھرپور انداز میں ملتی ہے ڈراما انارکلی دیکھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ زندگی میں رومان صرف تصورات ہی میں نہیں، بلکہ تاریخ میں بھی پرورش پاتے ہیں۔

حرفِ آخر:

امتیاز علی تاج اُردو ادب کے ایک منفرد ادیب، افسانہ نگار اور سب سے بڑھ کر ماہر ڈراما نویس کی حیثیت سے دنیا میں ہمیشہ ایک روشن ستارے کی مانند چمکتے رہیں گے۔

ڈراما انارکلی امتیاز علی تاج کا وہ ڈرامہ ہے، جس کو عام طور پر دور جدید کی اُردو ڈراما نگاری کا نقش اول کہا جاتا ہے۔ آپ کی دوسری مشہور تحریر مزاحیہ کردار ''چچا چھکن'' ہے جس میں حماقتیں، بدحواسیاں اپنے فطری انداز میں اس طرح پیش کی گئی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہیں کہ پڑھنے والے کو اپنے ہی معاشرے کی عکاسی نظر آتی ہے اور اس تحریر میں کہیں بھی غیر فطری اور چھچھور پن کا احساس نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ آپ نے بے شمار ریڈیو ڈرامے اور ڈراموں پر تنقیدی مضامین بھی تحریر کیے۔ ڈرامے کی دنیا کا یہ انمول ہیرا ۱۱ اپریل ۱۹۷۰ء میں نامعلوم قاتلوں کے ہاتھوں شہید ہوا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

غلام عباس کی افسانہ نگاری

حرفِ اوّل:

غلام عباس اُردو کے صفِ اوّل کے افسانہ نگاروں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ آپ ۱۹۰۹ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے، تعلیم و تربیت کے مراحل لاہور میں طے کیے۔ ان کی ادبی زندگی کا آغاز ۱۹۲۵ء میں ہوا۔ انہوں نے ادبی مشاغل کا آغاز اپنے دور کے دیگر ادباء کی طرح ترجموں سے کیا۔ اور ۱۹۲۵ء سے ۱۹۲۸ء تک تین سال کا عرصہ غیر ملکی افسانوں کے ترجموں میں گزارا۔ پھر ۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۷ء تک کا عرصہ ممتاز ڈرامہ نگار امتیاز علی تاج کے والد شمس العلماء ممتاز علی کے رسالوں ''پھول'' اور ''تہذیب نسواں'' کے نائب مدیر رہے۔ پہلا رسالہ بچوں کے لیے اور دوسرا خواتین کی تعلیم و تربیت کے لیے تھا۔ جب دوسری جنگ عظیم چھڑی تو غلام عباس بھی دوسرے ادباء کی طرح آل انڈیا ریڈیو سے وابستہ ہو گئے۔ اور ریڈیو کے اُردو، ہندی رسائل ''آواز'' اور سارنگ'' کے مدیر رہے۔ برصغیر کی تقسیم کے بعد پاکستان چلے آئے۔ یہاں ریڈیو پاکستان کے رسالے'' آہنگ'' کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے اور سرکاری عہدوں پر مامور بھی رہے۔ ان کے افسانوں کے مجموعے'' آنندی'' ''جاڑے کی چاندنی'' اور'' کن رہن'' شائع ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی مشہور کتاب'' جزیرہ سخنوراں'' بہت پسند کی جاتی ہے'' جاڑے کی چاندنی'' پر انہیں پانچ سو روپے کا آدم جی انعام بھی دیا گیا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

افسانہ نگاری میں غلام عباس کا مقام و مرتبہ:

پریم چند کے بعد اُردو کے گنے چنے ممتاز اور منتخب افسانہ نگاروں میں غلام عباس کا شمار ہوتا ہے۔ان کے افسانے تکنیک اور موضوع کے اعتبار سے کئی افسانہ نگاروں کی تخلیقات سے بہتر ہیں۔ان کا افسانہ ''آنندی'' اُردو ادب کے بہترین افسانوں میں شمار ہوتا ہے۔وہ اپنے افسانوں کا مواد اس ماحول سے لیتے ہیں، جس ماحول سے شب و روز ان کو سروکار رہتا ہے۔وہ موضوعات کے انتخاب میں ہر قسم کے تعصب سے بالاتر رہتے ہیں اور اپنے افسانوں میں سنسنی خیزی سے کام نہیں لیتے۔خیال اور جذبے کی وحدت ان کے ہاں بڑے خوبصورت انداز میں ملتی ہے مگر کرشن چندر اور منٹو جیسا رچاؤ ان کے یہاں نہیں ہے۔ان کے اکثر افسانوں کا موضوع انسان کی خود فریبی کی کوشش ہے۔''آنندی'' کے افسانے اسی موضوع کے اردگرد گھومتے ہیں۔مجموعی طور پر اُردو افسانہ نگاروں کی صف میں غلام عباس کا مقام بہت اعلیٰ و ارفع ہے

غلام عباس کی افسانہ نگاری کی خصوصیات:

۱۔سادگی:

زبان و بیان کے اعتبار سے غلام عباس کے افسانوں کا سلوب سادہ اور رواں ہے۔وہ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں بڑی روانی سے اس بات کو ادا کرتے ہیں۔ انہیں کسی جگہ بھی تصنع اور بناوٹ کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

۲۔لہجے کا دھیما پن:

جدید دور کے وہ افسانہ نگار جو مصائب کی چکی میں پسی ہوئی انسانیت کی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ترجمانی کرتے ہیں اور معاشرے کی بوسیدہ اقدار کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے ہیں، ان کی زبان تیز اور لہجہ پرجوش ہوتا ہے۔ مگر غلام عباس کے اسلوب کی نمایاں خصوصیت ان کے لہجے کا دھیما پن ہے۔

۳۔ اعتدال وتوازن:

غلام عباس کسی قسم کی سنسنی خیزی کے قائل نہیں۔ ان کے ہم عصر افسانہ نگاروں میں اکثر ایسے ہیں جو چھوٹی سی بات کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ وہ قاری کو چونکا دیتی ہے مگر وہ اپنے افسانوں کی فضا کو اس قسم کی سنسنی خیزی اور تخیل کی بے لگام پرواز سے بچاتے ہیں، جس کی وجہ سے ان اسلوب اور افسانوں میں ایک قسم کی اعتدالی کیفیت اور توازن کا احساس ہوتا ہے۔

۴۔ اختصار:

غلام عباس کا اسلوب مختصر نویسی کے اعتبار سے بھی ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ بے جا تفصیلات سے احتراز کرتے ہیں۔ صرف کہنے کی بات کہتے ہیں اور باقی غیر اہم باتیں چھوڑ دیتے ہیں۔

۵۔ حقیقت پسندی:

بلاشبہ غلام عباس کا اسلوب حقیقت پسندانہ ہے۔ ان کے یہاں رومانی عناصر نہیں ملتے۔ وہ جذبے اور تخیل کو عقل کے تابع رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک زندگی ہنسی کھیل اور تمسخر کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک سنجیدہ حقیقت ہے جس سے احتراز کرنا انسان کو خود فریبی اور فریب خوردگی میں مبتلا کر دیتا ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۶۔مشاہدے کی گہرائی:

غلام عباس کے افسانوں سے ان کے مشاہدے کی گہرائی اور وسعت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔وہ زندگی کے ظاہر و باطن کے تضاد اور انسانی معاشرے کے متضاد پہلوؤں کو جس بالغ نظری سے بے نقاب کرتے ہیں وہ ان کی فنکارانہ بصیرت اور مشاہدے کی گہرائی کا بیّن ثبوت ہے۔

۷۔طنز:

غلام عباس کے افسانوں کی ایک نمایاں خصوصیت ان کا طنزیہ انداز ہے۔وہ معاشرے کے ان پہلوؤں پر بھرپور وار کرتے ہیں جن کو تہذیب و تمدن کی کھوکھلی چمک دمک اور ظاہری رکھ رکھاؤ کی بنا پر متوسط طبقے کے لوگوں نے اپنے لیے سرمایۂ حیات بنا رکھا ہے وہ انسان کو اس کی سچی اور صاف ستھری تصویر دکھانا چاہتے ہیں، جس پر کوئی اور کوٹ نہ ہوا ہو۔

۸۔حرفِ آخر:

مختصر یہ کہ غلام عباس اُردو افسانہ نگاروں کی صف میں بڑے ممتاز، منفرد اور قابلِ رشک مقام پر فائز ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اصناف سخن

غزل:

غزل کے لغوی معنی عورتوں سے باتیں کرنا اور ان کے حسن و جمال کی تعریف کرنا ہے۔ عشق و محبت اور سوز و گداز غزل کے لیے دو لازمی چیزیں ہیں۔ مگر جوں جوں زمانہ ترقی کی طرف گامزن ہوا، غزل کا دامن بھی وسیع سے وسیع تر ہونا چلا گیا اور اب غزل میں زندگی سے تعلق رکھنے والا ہر مسئلہ پیش کیا جانے لگا ہے۔ غزل کا ہر اشعر اپنے اندر مکمل معنی رکھتا ہے۔ انسانی احساسات، جذبات اور اس کی کیفیتوں کی ترجمانی کا نام غزل ہے۔ عام طور پر ایک غزل میں پانچ، سات، نو گیارہ شعر ہوتے ہیں۔ ویسے غزل کے لیے اشعار کی کوئی تعداد مقرر نہیں۔

(الف) مطلع:

غزل کے پہلے شعر کے دونوں ہم قافیہ مصرعوں کو ''مطلع'' کہتے ہیں اور اگر غزل کے دوسرے شعر کے دونوں مصرعے بھی ہم قافیہ ہوں تو اسے ''حسن مطلع'' کہتے ہیں۔

(ب) مقطع:

غزل کا آخری شعر جس میں شاعر اپنا تخلص (یعنی اپنا نام) استعمال کرتا ہے ''مقطع'' کہلاتا ہے'' مثلاً

غیرت یوسف ہے یہ وقت عزیز
میرؔ اس کو رائیگاں کھوتا ہے کیا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

(ج) قافیہ، ردیف:

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے

مندرجہ بالا شعر میں ''صدا'' اور ''دعا'' قافیہ اور ''چلے'' ردیف ہے۔

یعنی ایسے الفاظ جو ہم آواز ہوں ''قافیہ'' کہلاتے ہیں اور بار بار آنے والا لفظ ''ردیف'' کہلاتا ہے

نظم:

الفاظ کی ایسی ترتیب جس میں نغمگی ہو ''نظم'' کہلاتی ہے۔ ''نظم'' کی کوئی مخصوص شکل نہیں۔ ہیئت کے اعتبار سے چند مشہور اقسام درج ذیل ہیں:

(الف) قطعہ:

چار مصرعوں میں ایک مکمل خیال۔ مگر ضروری نہیں کہ اشعار کی تعداد مخصوص ہو۔ موجودہ دور میں حضرت رئیس امروہوی (مرحوم نے قطعہ نگاری میں بہت نام پیدا کیا ہے۔

(ب) رُباعی:

چار مصرعے۔ پہلا مصرع اور چوتھا مصرع ہم قصیدہ، ہم ردیف۔ رباعی قطعے کے برخلاف مخصوص بحروں میں کہی جاتی ہے۔ اقبال، حافظ، سعدی، عمر خیام جب کہ موجودہ دور میں پروفیسر منظور حسین شور علیگ اور راغب مُراد آبادی کی رُباعیات بہت مشہور ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

(ج) مثنوی:

موتیوں کی لڑی۔ مسلسل نظم۔ ہر شعر کا الگ قافیہ۔ ہر طرح کے مضامین کو سمونے کی صلاحیت۔ میر حسن، مرزا شوق، میر اثر، نسیم اقبال، حفیظ مثنوی کے حوالے سے چند معتبر نام۔ سحر البیان (میر حسن) گلزار نسیم (پنڈت دیا شنکر نسیم) اُردو کی مشہور مثنویوں میں سرِ فہرست ہیں۔

(د) قصیدہ:

ابتدا میں حکمرانوں کی خوشنودی اور مالی منفعت و مراعات حاصل کرنے ایک ذریعہ موجودہ شکل حمد و نعت و منقبت (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ اور آپ کی آلِ پاکؑ کی مدح)

(ہ) مرثیہ:

عربی لفظ ''رثا'' سے یعنی مرنے والے کی تعریف۔ ابتدا میں فضائل و محاسن اور پھر مصائب کا بیان ہوتا ہے۔ میر انیس، مرزا دبیر کے لکھے ہوئے مرثیوں کے بعد یہ لفظ امام حسینؑ کے لیے مخصوص ہو کر رہ گیا ہے۔ عموماً مسدّس میں لکھا جاتا ہے۔

مخمس:

پانچ مصرعوں پر مشتمل بند والی طویل نظم کو مخمس کہتے ہیں۔ اس نظم کے پہلے بند کے پانچوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ بعد کے تمام بندوں کے پہلے چار مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں، مگر پانچواں مصرع پہلے بند کا ہم قافیہ ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نظیر اکبر آبادی کی نظم ''مفلسی'' اسی ہیئت میں لکھی گئی ہے۔

مسدّس:

یہ نظم مثنوی کی طرح واقعات کو منظوم صورت میں پیش کرنے کے لیے اختیار کی جاتی ہے۔ بندوں کی تعداد مقرر نہیں ہے۔ واقعے کو مکمل ہونا چاہیے۔ اس میں چھ مصرعوں کا بند ہوتا ہے۔ پہلے چار مصرعے ہم قافیہ اور آخر کے دو مصرعے آپس میں ہم قافیہ ہوتے ہیں۔

ترکیب بند:

یہ وہ طویل نظم ہے، جو کئی بندوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ہر بند میں چار سے لے کر سات شعر ہوتے ہیں۔ آخری شعر ٹیپ کا ہوتا ہے اور یہی شعر اپنا الگ قافیہ رکھتا ہے۔ اس نظم کے ہر بند میں قافیہ بدل جاتا ہے اور ٹیپ کے شعر کا قافیہ بھی علیحدہ ہوتا ہے۔ یہ صنف سخن طویل نظموں اور ہر موضوع پر اظہار خیال کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہے اور ہر بحر اور وزن میں بھی لکھی جا سکتی ہے۔ علامہ اقبال کی نظمیں ''طلوع اسلام''، ''شمع اور شاعر'' اس کی بہترین مثالیں ہیں۔

ترجیع بند:

اس نظم کی ہیئت بھی ترکیب بند کی طرح ہوتی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ ترکیب بند میں ٹیپ کا مصرع یا شعر بدل جاتا ہے اور اس میں ٹیپ کا مصرع یا شعر بار بار دہرایا جاتا ہے اور ہر بند کے آخر میں آتا ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

واسوخت:

واسوخت ایسی صنف سخن ہے کہ جس میں محبوب کے خلاف گفتگو ملتی ہے۔ محبوب کے ظلم وستم سے گھبرانے کی بجائے اسے تنگ کیا جاتا ہے۔ یہ صنف لکھنؤ میں بڑی مقبول ہوئی۔ سودا اور میر نے کافی واسوخت لکھے ہیں۔ یہ کسی بھی ہیئت میں لکھے جاسکتے ہیں۔

شہر آشوب:

اس نظم میں کسی ملک، شہر یا تہذیب کی بربادی کا حال ملتا ہے۔ عام طور پر شاعر بڑے پُرسوز اور پُراثر انداز میں تباہ ہوتی ہوئی تہذیب وتمدن کا ذکر کرتا ہے۔ اس نظم کو لکھنے کے لیے کوئی ہیئت مقرر نہیں۔ یہ شاعر کی اپنی مرضی پر ہے کہ وہ کون سی ہیئت اختیار کرتا ہے۔ غزل، مثنوی، مسدس، مخمس اور ترکیب بند اور ترجیع بند کی صورت میں ''شہر آشوب'' لکھی جاسکتی ہے۔

نظمِ معریٰ:

بلینک ورس انگریزی ادب میں اس نظم معریٰ کا نام ہے۔ یہ صنف سخن انگریزی سے اُردو میں آئی ہے۔ اُردو ادب کی دنیا میں اس کا رواج اس صدی کے تیسرے عشرے سے ہوا ہے۔ ن۔م راشد، ڈاکٹر تصدق حسین خالد، ڈاکٹر تاثیر، فیض احمد فیض، ساحر لدھیانوی، راجہ مہدی علی خان اور مجید امجد نے اس کو مقبولِ عام کرنے میں اہم کردار ادا کیا، لیکن اس کے باوجود عام لوگوں میں یہ صنفِ سخن مقبولیت کا درجہ نہ پاسکی۔ نظم معریٰ ہیئت کے اعتبار سے ردیف اور قافیے کی پابند نہیں ہوتی اور یہی چیز اس کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔ لیکن اوزان کی وغیرہ کی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پابندی اس صنف میں اور اصنافِ سخن کی طرح کی جاتی ہے۔

آزاد نظم:

یہ صنف سخن بھی مغربی ادبیات کے ذریعے اُردو ادب تک پہنچی اور یہ نظم اپنی آزادی اور روایات سے بغاوت کے اعتبار سے نظم معریٰ پر سبقت لے گئی۔ جیسے کہ نظم معریٰ میں صرف ردیف اور قافیے کی پابندی نہیں کی جاتی ہے اور تمام مصرے ایک ہی وزن کے پابند ہوتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں نظم آزاد میں ایسی کوئی پابندی نہیں ہوتی۔ وزن اور بحر کی قید یہاں بے معنی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو یہ نظم دور جدید کا ایک ایسا تحفہ ہے جو اس ترقی یافتہ دنیا کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ جہاں انسان ہر تہذیبی اور معاشرتی پابندی سے فرار اختیار کرتا نظر آتا ہے۔ لہٰذا یہ نظم بھی اس کے ماحول کی آزادی کے ناتے صحیح عکاسی کرتی نظر آتی ہے۔ آزاد نظم لکھنے والوں میں بہت بڑے نام ملتے ہیں۔ مثلاً تصدق حسین خالد۔ ن۔ م راشد، میراجی، مجید امجد، ڈاکٹر تاثیر، صفدر میر، علی سردار جعفری اور ظہور نظر وغیرہ۔ جوانوں میں ایک نام ایسا بھی ملتا ہے کہ جو اپنی منفرد اور چونکا دینے والی شاعری سے لوگوں کے ذہنوں کو متاثر کر چکا ہے اور یہ نام خسرو، ناطق کا ہے کہ جس کی شاعری زندگی کی حقیقتوں کی عکاسی کرنے میں جھجکتی نہیں ہے۔

سانیٹ:

یہ نظم بھی اُردو میں انگریزی ادب میں آئی ہے۔ ترقی پسند شاعروں نے جدید رجحانات اور نئے نئے تجربات کرنے کی وجہ سے اس صنف سخن میں طبع آزمائی کی لیکن وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے اور انگریزی ادب کی طرح یہ صنف سخن

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اُردو ادب میں مقبولیت حاصل نہ کرسکی۔سانیٹ میں قافیوں کی پابندی کی جاتی ہے۔لیکن غزل سے ہٹ کر کوئی مصرع کسی بھی مصرعے کا ہم قافیہ ہوسکتا ہے۔اس میں کل چودہ مصرعے ہوتے ہیں اوران کودوحصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔پہلے حصے میں آٹھ مصرعے اور دوسرے میں چھ ہوتے ہیں۔ایک مرکزی خیال کو بڑے خوبصورت انداز میں اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ دونوں حصوں کے درمیان خلا کا احساس نہ ہو۔ن۔م راشد،اختر شیرانی اوراحمد ندیم قاسمی نے کامیاب ترین سانیٹ لکھے ہیں۔

پیروڈی یا تحریف:

دراصل پیروڈی ایک ایسی نظم یا نثر کو کہتے ہیں کہ جس میں کسی شاعر یا نثر نگار کے اسلوب کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔دراصل پیروڈی نثر یا نظم دونوں میں لکھی جاتی ہے۔اُردو ادب میں اس کی بنیاد اکبرالہ آبادی اور پنڈت رتن ناتھ سرشاد نے رکھی ہے اور تیسرا نام پنڈت تربھون ناتھ ہجر کا بھی آتا ہے۔موجودہ دور میں پطرس بخاری ،کنہیا لال کپور،مجید لاہوری وغیرہ نے اچھی پیروڈیز لکھی ہیں۔دراصل پیروڈی نظم میں ہو یا نثر میں ان کی تحریر کا بنیادی مقصد معاشرے کی اصلاح کرنا ہوتا ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

محاسن کا بیان

تشبیہ:

کسی بھی چیز کو کسی دوسری چیز کے ساتھ اس کی کسی بھی صفت میں شرکت ظاہر کرنے کو تشبیہ کہتے ہیں۔ مثلاً ''عدل وانصاف میں یہ حاکم نوشیروان جیسا ہے'' اس کو ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ کوئی بھی ایسی دو چیزیں کہ جن کے اندر بعض صفات یکساں ہوں اور کسی ایک کی وہ صفت لوگوں کے سامنے زیادہ ہونے کی وجہ سے نمایاں ہو تو ہم لوگوں کو یقین دلانے کے لیے اس دوسری چیز کو پہلی سے نسبت دیں گے یا اسے پہلے چیز کی مانند کہہ دیا جائے تو اسے تشبیہ کہتے ہیں۔

استعارہ:

استعارہ کے لغوی معنی ہیں ''مانگ لینا'' علم بیان کی اصلاح میں مجاز کی ایک قسم جس میں کسی لفظ کے مجازی اور حقیقی معنی کے درمیان تشبیہ کا علاقہ ہوتا ہے اور بغیر حروف تشبیہ کے حقیقی معنی کو مجازی میں استعمال کیا جاتا ہے۔

دراصل ہر لفظ کے ایک خاص معنی ہوتے ہیں۔ اداس لفظ کو ادا کرتے ہی سامنے آجاتے ہیں۔ مثال کے طور پر شیر کا لفظ سنتے ہی اس خوفناک درندے کی تصویر سامنے آجاتی ہے جسے عام طور پر شیر کہا جاتا ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ الفاظ ہمیشہ اپنے اصل مفہوم اور حقیقی معنوں میں استعمال نہیں ہوتے بلکہ کبھی غیر حقیقی مجازی معنوں میں بھی استعمال ہوتے رہے ہیں۔ مثلاً کسی بہادر آدمی کو دیکھ کر شیر کہہ دینا ،کسی سخی کو حاتم کہہ دینا اور کسی چالاک کو لومڑی کہنا۔ یہ سب الفاظ اپنے حقیقی معنوں کی بجائے مجازی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ ایسے موقعوں پر ان معنوں مین جبکہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

انکو حقیقی اور مجازی کہا جائے کوئی تعلق ضرور ہوتا ہے اور اگر یہ تعلق تشبیہ کا ہو تو ایسے موقعوں پر اس لفظ کو جو حقیقی کی جگہ مجازی معنوں میں استعمال ہوا ہو ''استعارہ'' کہتے ہیں۔

تلمسیح :

تلمسیح کے لغوی معنی ''اشارہ'' کرنے کے ہیں۔ دراصل اصلاح میں تلمسیح سے مراد کلام میں کسی قصے کی طرف اشارہ کرنے کے ہیں۔ بات یہ ہے کہ دنیا میں تحریر و تقریر، نظم و نثر میں بات کو واضح کرنے کے لیے کسی قصے یا واقعے کا ذکر کرنا پڑتا ہے تو خاص لفظوں کے ذریعے اس کی طرف اشارہ کر دیا جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ لوگ اصل واقعہ سے آگاہ ہوتے ہیں۔ بس جہاں وہ الفاظ زبان پر آئے تو ادھر پورا واقعہ یا قصہ یاد آجاتا ہے اور اس طرح کے اشارے کو تلمسیح کہتے ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

شاعری اور ارتقائے ادب

میر تقی میرؔ

ولادت: ۱۷۲۴ء

وفات: ۱۸۱۰ء

حرفِ اوّل:

محمد تقی نام، عام طور سے میر تقی کہلاتے ہیں۔ میر تخلص، آگرے میں پیدا ہوئے۔ بچپن کا زمانہ یہیں گزرا۔ بعد میں دلّی چلے آئے اور دلّی کو اپنا وطن بنالیا۔ آخری عمر میں لکھنؤ چلے گئے اور ۱۸۱۰ء میں وہیں انتقال ہوا۔

شخصیت اور شاعری میں مطابقت:

میر تقی میرؔ حد درجہ نازک مزاج آدمی تھے۔ ذاتی زندگی کے حوادث اور اجتماعی درد و غم نے ان کی دل شکستگی کو غم پسندی کی شکل دے دی تھی۔ میر کی شخصیت اور ان کی شاعری میں مطابقت ہے۔ میر نے جب آنکھ کھولی تو مغلوں کی سلطنت زوال پذیر ہو چکی تھی۔ اورنگ زیب کی وفات کے بعد تخت نشینی کے لیے باہم جنگ و جدال کا سلسلہ عام ہو چکا تھا۔ بد امنی بڑھ گئی تھی۔ اقتصادی نظام درہم برہم ہو چکا تھا۔ نادر شاہ اور اس کے بعد احمد شاہ کے حملوں نے مغل سلطنت کا رہا سہا وقار بھی ختم کر دیا تھا۔ میر کے ذہن نے ان واقعات کا بھی بڑا اثر قبول کیا۔ چنانچہ ان حالات و حوادث کے نقوش ان کی شاعری میں جا بجا ملتے ہیں۔ میر نے اپنی شاعری میں دلّی اجڑنے کا ماتم کیا ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دلّی کے نہ تھے کوچے اوراق مصوّر تھے
جو شکل نظر آئی، تصویر نظر آئی

میر کے والد نے جس شخص کو اپنے بیٹے کا اتالیق مقرر کیا اس کی رفاقت کا خاصہ اثر میر نے قبول کیا، لیکن میر نے اس شخصیت کی زیر تربیت ابھی تین سال ہی گزارے تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ میر پر اس حادثے کا بڑا اثر ہوا۔ ایک سال کے بعد میر کے والد بھی چل بسے۔ اس طرح میر کم عمری میں اپنی ان دو محبوب اور مشفق شخصیتوں سے محروم ہو گئے۔ ان حادثات کا نقش ان کی شاعری میں نمایاں ہے۔ میر کی شاعری ان کی شخصیت کی آئینہ دار ہے۔ بابائے اُردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق میر تقی میر کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کسی شاعر کے کلام پر اس کی طبیعت اور سیرت کا اس قدر اثر نہ ہوگا جتنا کہ میر کے کلام میں نظر آتا ہے۔

ہم کو شاعر نہ کہو میر کہ صاحب ہم نے
درد و غم کتنے کئے جمع تو دیوان کیا

بہتر نشتر:

میر تقی میر غم عشق اور غم روزگار کے ستائے ہوئے تھے۔ ان کی شاعری ان کی زندگی کے تلخ تجربات کا مجموعہ ہے۔ ان کی زندگی رنج والم کی ایسی کہانی تھی جس نے ان کے ہر معتقد کے دل و دماغ کو متاثر کیا۔ اور جب میر نے خود اپنے اس دکھ درد کو شعر کے پیکر میں ڈھالا تو ان اشعار نے بہتر نشتر کا کام کیا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

شام سے کچھ بجھا سا رہتا ہے
دل ہوا ہے چراغ مُفلس کا
لگا نہ دل کو کہیں کیا سُنا نہیں تو نے
جو کچھ کہ میر کا اس عاشقی نے حال کیا

عشقِ مجازی کا شاعر:

اگر صحیح معنوں میں کسی شاعر کو ہم عشقِ مجازی کا شاعر کہیں گے تو وہ میر تقی میرؔ ہیں۔ ان کی شاعری کی بنیاد حُسن و عشق ہے اور ان کے کلام میں عشق کی وہ تڑپ ملتی ہے جو ہر شخص کو تڑپا دیتی ہے۔ میر تقی میر فطری طور پر حسن پرست تھے۔ جوانی کی ابتدا میں ہی انہیں شدید قسم کا عشق ہوا۔ جس نے انہیں کسی کام کا نہ چھوڑا۔ یہاں تک کہ انہیں چاند میں بھی اپنے محبوب کی شکل نظر آتی تھی۔ آپ کی شاعری کا خاص موضوع حسن و عشق ہے۔ انہوں نے جو کچھ بھی کہا اس کی ٹیسیں ہم آج بھی اپنے جگر میں محسوس کرتے ہیں۔

الٹی ہوگئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اس بیماریِ دل نے آخر کام تمام کیا

مصائب اور تھے پر دل کا جانا
عجب اِک سانحہ سا ہوگیا ہے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قیس و فرہاد کے وہ عشق کے شور
اب میرے عہد میں فسانے ہیں

میر تقی میر کے ہاں عشق حقیقی کے بھی اشعار ملتے ہیں جو نہایت پر اثر اور دل نشین ہیں۔

تھا مستعار حسن سے اس کے جو نُور تھا
خورشید میں بھی اُس ہی کا ذرّہ ظہور تھا

حکیمانہ اور اخلاقی شاعری:

میر تقی میرؔ کے حکیمانہ اور اخلاقی اشعار بھی اپنا جواب نہیں رکھتے۔ آپ کے کلام کی ایک خاص بات یہ نظر آتی ہے کہ آپ نے مشکل سے مشکل خیال کو بھی بڑی خوبی سے شعر کے روپ میں ڈھالا۔

کہا میں نے کتنا ہے گل کا ثبات
کلی نے یہ سن کر تبسّم کیا

سرسری تم جہان سے گزرے
ورنہ ہر جا جہانِ دیگر تھا

کلام کی سادگی:

میر کا کلام سادگی اور صفائی کا مرقع ہے۔ ان کا اندازِ بیان سادہ اور انوکھا ہے۔ وہ مشکل الفاظ کا سہارا نہیں لیتے۔ بلکہ عام بول چال کے الفاظ استعمال کرتے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہیں۔ان کے اشعار کو ایک مرتبہ پڑھنے کے بعد بار بار پڑھنے کا دل چاہتا ہے۔

دمِ آخر ہی کیا نہ آنا تھا
اور بھی وقت تھے بہانے کے

نالہ جب گرم کار ہوتا ہے
دل کلیجے کے پار ہوتا ہے

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا

میر کے ہاں زیادہ تر شعر چھوٹی بحروں میں ملتے ہیں، مگر معیار پر پورے اترتے ہیں۔ان کے ہاں عمدہ سے عمدہ اور اعلیٰ سے اعلیٰ اشعار موجود ہیں۔

دل مجھے اس گلی میں لے جا کر
اور بھی خاک میں ملا لایا

دیکھ تو دل کہ جاں سے اٹھتا ہے
یہ دھواں سا کہاں سے اٹھتا ہے

خدائے سخن:

میر تقی میر کو "خدائے سخن" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ان کو ہر شاعر نے اپنا استاد تسلیم کیا ہے۔قدیم شاعر ہونے کے باوجود ان کا کلام اب بھی بڑے ذوق

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

شوق سے پڑھا جاتا ہے۔آپ نے اپنی شاعری سے اُردو زبان کو جلا بخشی اور اسے کمال تک پہنچایا۔میر نے اپنی شاعری کے متعلق جو کہا وہ صحیح کہا۔

سارے عالم پہ ہوں میں چھایا ہوا
مستند ہے ، میرا فرمایا ہوا

حرفِ آخر:

میر تقی میرؔ کے کلام کا لطف تا قیامت رہے گا، کیوں کہ ان کے اشعار میں زندہ رہنے کی صلاحیت موجود ہے۔ان کی شاعری اپنے وقت کی درست عکاسی کرتی ہے۔میر نے اپنے دکھ درد کو اپنی شاعری میں اس انداز سے پیش کیا ہے کہ وہ ہمارا اپنا دکھ معلوم ہوتا ہے۔میر نے اپنے بارے میں جو کچھ کہا ہے مندرجہ ذیل شعر میں اس کی صداقت کا اظہار ہوتا ہے۔

جانے کا نہیں شور سخن کا میرے ہرگز
تا حشر جہاں میں میرا دیوان رہے گا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خواجہ میر درد

ولادت: ۱۷۱۹ء

وفات: ۱۷۸۵ء

پہلا صوفی شاعر:

خواجہ میر درد کا شمار اُردو ادب کے بلند پایہ صوفی شعراء میں ہوتا ہے۔ آپ کا نام سیّد خواجہ میر، درد تخلص تھا۔ آپ کو برصغیر پاک و ہند کا پہلا صوفی شاعر کہا جاتا ہے، کیوں کہ خواجہ صاحب کی شاعری عموماً تصوف کی شاعری ہے۔ اس میں سادگی کا حسن بھی ہے اور تاثیر بھی زبان کی دلکشی بھی ہے اور خیالات کی پاکیزگی بھی۔ ان کی شاعری میں عشق کا عنصر بھی شامل ہے۔ مگر زیادہ تر کلام عشق حقیقی پر مبنی ہے۔ مثلاً:

تجھی کو جویاں جلوہ فرمانہ دیکھا
برابر ہے دنیا کو دیکھانہ دیکھا

مقدور ہمیں کب تیرے وصفوں کے رقم کا
حقّا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا

درد کی شاعری اور دوسروں کی رائے:

خواجہ میر درد نے کم لکھا ہے مگر جو کچھ لکھا ہے انتخاب ہے۔ ان کی اکثر غزلیں چھوٹی بحروں میں ہیں جو اپنا جواب نہیں رکھتیں۔ ان کے متعلق آزاد لکھتے ہیں۔ ''تلواروں کی آب داری نشتروں میں بھر دی۔'' یا بقول امیر مینائی مرحوم ''پسی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہوئی بجلیاں'' معلوم ہوتی ہے۔

کھل نہیں سکتی ہیں اب آنکھیں مری
جی میں یہ کس کا تصوّر آ گیا
انجمن نے قصداً بھی میرے نالے کو
نہ سنا ہوگا گر سنا ہوگا

عشقیہ غزلیں:

خواجہ میر درد کی عشقیہ غزلیں اُردو غزل کا سرمایہ ہیں۔ان کی غزلوں کا عاشقانہ رنگ نہایت اعلیٰ اور بلند ہے۔ان کی عشقیہ شاعری میں نشتریت بھی ہے اور رچاؤ بھی۔مثلاً:

تو بن کہے گھر سے کل گیا تھا
اپنا بھی تو جی نکل گیا تھا
آنسو خود میرے اپنوں نے پونچھے
کل دیکھ رقیب جل گیا تھا

جی کی جی میں رہی بات نہ ہونے پائی
ایک بھی اس سے ملاقات نہ ہونے پائی

دنیا کی بے ثباتی:

درد کی شاعری میں دنیا کی بے ثباتی پر بھی بے شمار اشعار ملتے ہیں، جو بڑے مؤثر اور عبرت انگیز ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وائے نادانی کہ وقتِ مرگ یہ ثابت ہوا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

دیگر زبانوں میں شاعری:

درد نے اُردو، ہندی، فارسی، عربی سب ہی زبانوں میں شاعری کی ہے۔ مگر نہ ہی کسی کی مدح اور نہ ہی کسی کی ہجو سے اپنے قلم کو آلودہ کیا ہے۔

خواجہ صاحب کو تصنیف و تالیف کا شوق بچپن سے تھا۔ ان کی جو کتب چھپ چکی ہیں ان میں ''دیوانِ درد'' کو بڑا مقام حاصل ہے اور اس کو اُردو شاعری کا سب سے بڑا ہیرا سمجھنا چاہیے۔

شاعری اور درد

عام طور پر ہر شاعر کی زندگی کے حالات اس کے کلام پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ایسا ہی کچھ خواجہ میر درد کے ساتھ بھی ہوا۔ اگر ہم یہ کہیں تو بے جا نہ ہوگا کہ درد کی شاعری ان کی مکمل عکاسی کرتی ہے۔ ان کا پورا کلام جھوٹ اور بناوٹ سے پاک ہے۔ وہ زندگی کو اپنے کلام میں اس کے حقیقی انداز میں پیش کرتے ہیں۔

اندازہ وہی سمجھے میرے دل کی آہ کا
زخمی جو ہو چکا ہو کسی کی نگاہ کا

حرفِ آخر

خواجہ صاحب کی زبان اور طرزِ ادا وہی ہے جو میر کی ہے۔ عبارت صاف، سلیس اور فصیح جو ہر شخص کی سمجھ میں آسانی سے آتی ہے۔ درد واثر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ تصوف کو ان سے بہتر کسی نے نہیں کہا۔ تصوف کے پیچیدہ سے پیچیدہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مسائل اس خوبصورتی اور صفائی سے بیان کیے ہیں کہ دل وجد کرنے لگتا ہے۔ کلام کو آلودہ نہیں کیا۔ کہیں کہیں پرانے الفاظ اور محاورے استعمال کیے ہیں، مگر اس سلیقے سے کہ شعر کی خوبصورتی بڑھ جاتی ہے۔ درد کی شخصیت اُردو شاعری میں ایک خاص شخصیت ہے۔ اپنے معاصرین پر نیز بعد کی نسلوں پر ان کی شاعری کا ایک گہرا اثر پڑا۔ تصوف کے رنگ میں وہ بے نظیر اور بے مثال ہیں۔

پھولے گا اس زمان میں گلزارِ معرفت
میں اس زمینِ شعر میں یہ تخم بو گیا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نجم الدولہ، دبیر الملک، نظام جنگ

مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ

ولادت: ۱۷۹۷ء

وفات: ۱۸۶۹ء

حرفِ اوّل

غالب زبانِ اُردو کے بہت بڑے شاعر، اپنے زمانے کے استادِ کامل اور فلسفی شاعر تھے۔ آپ کا پورا نام مرزا اسد اللہ خاں اور تخلص اسد اور غالب تھا۔

شاعری میں غالب کا مرتبہ:

مرزا غالب کا مرتبہ اُردو شاعری میں بہت بلند ہے اور آپ کی اس حیثیت کو سب نے تسلیم کیا ہے۔ وہ نہایت وسیع النظر اور کثیر المعلومات تھے۔ مرزا کو فارسی سے قدرتی لگاؤ تھا۔ وہ ہمیشہ اس خواہش کا اظہار کرتے ''میری قابلیت کا اندازہ میرے فارسی کلام سے کیا جائے۔'' مگر یہ عجیب بات ہے کہ ان کی شہرت کا باعث ان کی فارسی شاعری نہیں، اُردو شاعری ہوئی۔ جس کو انہوں نے خود کبھی اہمیت نہیں دی۔ اُردو شاعری وہ عام طور پر اپنے احباب کے اصرار پر یا تبدیلیِ ذائقہ کے لیے کرلیا کرتے تھے۔ اگر ہم یہ کہیں تو بے جا نہ ہوگا کہ غالب وہ پہلے شاعر ہیں کہ جنہوں نے اُردو شاعری کو فکر سے روشناس کیا اور اس طرح غزل کو ذہن عطا کیا ورنہ ان سے پہلے تو اُردو غزل صرف محبوب کے طرزِ عمل کا اظہار، معرفت کی چند باتیں اور اخلاقی مضامین تک محدود تھی۔ آج غزل جس صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے دراصل وہ مرزا ہی کی کاوشوں کا ثمر ہے۔ مرزا نے صحیح کہا ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اور

اندازِ بیاں کے شہنشاہ:

غالب کا اپنے بارے میں اس انداز سے اظہار حرف بہ حرف صحیح ہے۔ وہ واقعی انداز بیاں کے شہنشاہ ہیں۔ انہوں نے شاعری میں جس اندازِ بیاں کو اختیار کیا وہ کسی اور شاعر میں ہمیں نظر نہیں آتا۔ یقیناً یہ انداز انوکھا، نرالا، منفرد ہے۔

عاشقی صبر طلب اور تمنّا بے تاب
دل کا کیا رنگ کروں خونِ جگر ہونے تک

کہوں کس سے میں کہ کیا ہے شبِ غم بری بلا ہے
مجھے کیا بُرا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا

غالب کا شکوہ

غالب کو ان کے زمانے میں لوگ اکثر نہ سمجھ میں آنے والے شاعر کے نام سے یاد کرتے تھے۔ غالب کو بھی اپنے زمانے سے شکوہ رہا، لیکن جوں جوں وقت گزرا لوگ غالب کو شاعری کا امام کہنے لگے۔ دراصل بات یہ تھی کہ غالب شروع میں جس انداز کی شاعری کرتے تھے، وہ بڑی مشکل ہوتی، چوں کہ مرزا فارسی کے شاعر بیدل سے بہت متاثر تھے، لہٰذا ان کی شاعری میں بھی مشکل پسندی آ گئی۔ عام طور پر اس اصرار پر اپنی اس روش کو بدلا اور نسبتاً آسان شاعری کرنے لگے۔ اگر ہم ان کے آخری عمر کے کلام کو دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ مرزا نے اس دور میں اس

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قدر آسان شعر کہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں کہے تھے۔لیکن یہ حقیقت ہے کہ ان اشعار میں بھی بڑی پُرکاری ہے۔

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے

میری قسمت میں غم اگر اتنے تھے
دل بھی یارب کوئی اور دیا ہوتا

ظرافت اور شگفتہ مزاجی:

سب سے زیادہ قیمتی اور نمایاں بات مرزا کے کلام میں ان کی نہایت لطیف ظرافت اور شگفتہ مزاجی ہے، جس کی وجہ سے وہ ہر تکلیف اور دکھ کو ہنس کر نظر انداز کر دیتے ہیں۔اس خیال کو وہ فلسفیانہ انداز میں اس طرح ظاہر کرتے ہیں۔

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

شوخی اور طنز و مزاح:

مرزا غالب کی طبیعت میں شوخی اور طنز و مزاح بھی تھا۔دراصل وہ اسی شوخی کی وجہ سے بات میں بات پیدا کرتے تھے۔نظم و نثر کی بات تو درکنار وہ عام گفتگو میں بھی ظرافت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے تھے، لہٰذا ان کے کلام میں ہمیں ظرافت و مزاح جا بجا نظر آتا ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کیا ہی رضواں سے لڑائی ہوگی
گھر تیرا خلد میں بھی یاد آیا

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

بلند خیالی اور فلسفہ:

غالب کے کلام میں ہم کو تخیّل، تفکّر اور جذبہ ملتا ہے۔ مرزا سے پہلے اُردو شاعری میں جذبہ تو موجود تھا، لیکن مرزا نے بلند خیالی اور فلسفے کی بدولت اس کو نیا روپ دیا۔

غمِ ہستی کا اسدؔ کس سے ہو جز مرگِ علاج

صوفیانہ انداز:

عام طور پر شاعروں نے صوفیانہ انداز کو بھی اختیار کیا ہے۔ بعض شاعر تو جیسے درد اور اصغر اسی خصوصیت کی وجہ سے مشہور ہیں۔ مگر غالب نے اس رنگ میں بھی چار چاند لگا دیے۔

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

مرزا کی شہرت:

مرزا اسد اللہ غالب کو جو شہرت اپنے زمانے سے لے کر آج تک ملی ہے وہ کسی اور شاعر کے حصے میں نہیں آسکی۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اس وقت تک جتنی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کتابیں مرزا پر تحریر کی گئی ہیں وہ کسی اور پر نہیں ملتیں۔ یقیناً وقت کے ساتھ ساتھ اس میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ موجودہ دور میں ہر شخص مرزا کے اشعار بڑی دلچسپی سے پڑھتا نظر آتا ہے۔

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

بے خودی بے سبب نہیں غالبؔ
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

یارب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے میری بات
دے اور دِل ان کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور

انمول ہیرا:

غالب غزل کی دنیا میں وہ انمول ہیرا ہے کہ جس نے غزل کو اپنے کمال تک پہنچا کر اس میں وسعت اور گہرائی پیدا کی۔ غالب کی شاعری میں ہمیں وہ آہنگ ملتا ہے جو ان سے پہلے کسی اور شاعر کے کلام میں نہیں ملتا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خواجہ حیدر علی آتش

تعارف:

۱۷۶۴ء میں آتش فیض آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباء واجداد کا اصل وطن بغداد تھا۔ آپ کے بزرگوں کا سلسلۂ نسب خواجہ عبد اللہ احرار سے جا ملتا ہے۔ خواجہ زادوں کے خاندان سے آپ کا تعلق تھا۔ فقیری اور پیری مریدی سے تعلق ہونے کی بنا پر آپ کی طبیعت میں فقر و استغنی کا رنگ ملتا ہے۔ نواب اودھ سے ملنے والے وظیفے پر آپ کی بسر اوقات ہوتی تھی۔ آپ کے شاگردوں نے شاعری کی دنیا میں بڑا نام پیدا کیا۔ جن میں صبا، دیا شنکر نسیم بڑے قد آور نام ملتے ہیں۔

مصحفی کے شاگرد ہونے کی حیثیت سے آتش کی غزلوں میں لکھنوی رنگ ملتا ہے۔ آپ کے مزاج کی آزاد خیالی اور قلندری شعروں میں دلی ارادت اور ذہنی کشمکش کے امتزاج کے ساتھ جا بجا نظر آتی ہے۔ اس کے علاوہ صوفیانہ رنگ بھی عام طور پر اشعار کا مزاج بن چکا تھا۔ میر اور غالب کی شاعری آتش کی فکر سے بہت دور نظر آتی ہے۔ شاعری کی دنیا میں میر اور غالب کے بعد آپ ہی کا نام آتا ہے۔ اشعار میں لفظوں کا استعمال بڑی دیکھ بھال سے کیا کرتے تھے۔ محسوس یہ ہوتا جیسے لڑی میں موتی پرو دیے ہوں۔ اس کے علاوہ حسن اور عشق کی باتوں کو خاص لکھنوی انداز میں اشعار میں پیش کرنے کا ڈھنگ آتش کے علاوہ اور کسی کو نہیں آیا۔ رعایت لفظی اور صنعتوں کا بھرپور استعمال کرنے کے باوجود آتش نے اپنی شاعری کی زبان کو سادہ اور سلیس ہی رکھا۔ لیکن مضامین کے اعتبار سے کلام میں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

شوخیاں جابجا پھلجڑیاں چھوڑتی نظر آتی ہیں۔آتش کی شاعری میں رندانہ مضامین،لکھنوی انداز،حسن وعشق کی باتیں،بے پروائی اور قلندری،استعاروں اور تشبیہات کا استعمال،معرفت اور صوفیانہ رنگ اور آتش بیانی سے اشعار میں کام لینا دراصل لکھنوی دبستان کا خاصہ ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خواجہ الطاف حسین حالؔی

ولادت: ۱۸۳۷ء

وفات: ۱۹۱۴ء

حالاتِ زندگی:

مولانا الطاف حسین حالی پانی پت میں پیدا ہوئے۔صدیوں پہلے حالی کے آباء واجداد سلطان بلبن کے عہد میں وارد ہندوستان ہوئے اور شاہی خدمت سے منسلک ہوکر منصبِ قضا پر فائز ہوئے۔پانی پت کا علاقہ انہیں بطور جاگیر عطا ہوا۔حالی کی پیدائش کے وقت مغل سلطنت کے سیاسی اقتدار کے خاتمے کے ساتھ ساتھ ان کا خاندانی اقتدار اور اقبال بھی رخصت ہو چکا تھا۔آپ کے والد ایک معمولی ملازم تھے۔تھوڑے ہی عرصے میں وفات پا گئے۔اس لیے حالی کو خوشحالی کے بجائے بدحالی اور عسرت کا سامنا کرنا پڑا،شاید اسی وجہ سے ان کے کردار میں عاجزی،انکساری اور ضبط و نظم کا مادّہ پیدا ہو گیا۔

شاعری کی ابتدا

شادی کے بعد دہلی پہنچے،یہاں غالب،آزاد،ذوق،صہبائی اور شیفتہ کی شاعری کی بہت دھوم تھی۔حالی ان محفلوں کی طرف راغب ہوئے اور مرزا غالب کی شاگردی اختیار کر لی۔نواب شیفتہ نے آپ کو اپنے بیٹوں کا اتالیق مقرر کیا۔نواب شیفتہ کے انتقال کے بعد لاہور پہنچ کر پنجاب بک ڈپو سے منسلک ہو گئے۔یہاں ترجمہ ہونے والی کتابوں کی زبان کی اصلاح کرتے رہے۔لاہور کے قیام کے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

زمانے میں جدید اثرات اوران کی اہمیت کا احساس ہوا۔

انجمن پنجاب کے زیر اثر جدید طرز کے مشاعرے کی بنیاد پڑ چکی تھی، جس میں عنوانات سے کر کسی بھی موضوع پر طبع آزمائی کی جاتی تھی۔ آزاد اس کے سیکریٹری تھے۔ حالی نے اس مشاعرے میں شرکت کی اور چار مثنویاں، برکھارُت، رحم وانصاف، امید اور حبِّ وطن) لکھیں، جو ملک میں مقبول ہوئیں۔

حالی بحیثیت غزل گو و نظم گو شاعر:

اُردو ادب کی تاریخ میں حالی ایک غزل گو شاعر، جدید نظم کے بانی، جدید اُردو تنقید کے پیشوا اور جدید سوانح نگاری کے اوّلین معمار سمجھے جاتے ہیں۔ سرسیّد کی تحریک سے متاثر ہو کر انہوں نے زندگی کی نئی ضرورتوں پر زور دیا ہے اور مسلمانوں کے اخلاقی، سیاسی اور معاشی زوال سے انہیں اخلاقی اور اصلاحی نقطۂ نظر اختیار کرنے پر مائل کیا۔ وہ اس سے پہلے بھی ایک اچھے غزل گو شاعر کی حیثیت سے مشہور تھے۔ انہوں نے شعرائے قدیم کے نقشِ قدم پر چلنے کے بجائے غزل گوئی میں نئی روایت کی بنیاد ڈالی۔

حالی کی غزلوں میں ایک نرمی اور کسک پائی جاتی ہے۔ ان کے بیان میں جوانی کا جوش، جذبات کا ابال اور شراب دو آتشہ کی کیفیت نہیں ہے۔

حالیؔ سخن میں شیفتہؔ سے مستفید ہوں
شاگرد مرزاؔ کا ہوں مقلد ہوں میرؔ کا

عمدہ اشعار:

حالی کی غزلوں میں سپردگی اور محویت کی وہ کیفیت نہیں ملتی جو میر کے ہاں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ملتی ہے۔ان کی غزلوں میں اعلیٰ پائے کے اشعار اور غزلیں ملتی ہیں۔

تم کو ہزار شرم سہی مجھ کو لاکھ ضبط
الفت وہ راز ہے کہ چھپایا نہ جائے گا

آنے لگا جب اس کی تمنا میں کچھ مزا
کہتے ہیں لوگ جان کا اس میں زیاں ہے اب

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
اب ٹھہرتی ہے دیکھیے جا کر نظر کہاں

کیوں بڑھاتے ہو اختلاط بہت
ہم کو طاقت نہیں جدائی کی

jabir.abbas@yahoo.com

عشق اور حالی:

حالی نے اپنے کئی شعروں میں محبت کے رموز سے پردہ اٹھایا ہے۔وہ عشق کو ایک نہ چھٹنے والی شے کہتے ہیں۔وہ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ عشق جس نے کہ اکثر قوموں کو کھا کر چھوڑا ہے باوجود کوشش سے نہیں چھوٹ سکتا۔

گریں نظروں سے سب باتیں پرانی مگر
مگر الفت کہ اِک رسم کہن ہے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

احتیاط اور توازن:

وہ محبت میں احتیاط، توازن اور اعتدال کے قائم ہیں۔ نیک نامی اور بدنامی کا دھڑکا رہتا ہے۔ اسی وجہ سے ان کی غزل میں شوریدہ سری نہیں پیدا ہوسکتی اور یہی کمزوری انہیں آفاقی شعراء کی صف میں شامل ہونے سے محروم رکھتی ہے، مثلاً:

ایک عالم سے وفا کی تو نے اے حالی مگر
نفس پر اپنے سدا ظالم جفا کرتا رہا

غزل کے علاوہ شاعری:

غزل کے علاوہ حالی نے رباعیات، قطعات، مرثیے، ترکیب بند اور قصائد بھی لکھے ہیں۔ رباعیات میں زیادہ تر اخلاقی اور ناصحانہ انداز ملتا ہے۔ اس میں عروج و زوال، عزت و ذلت اور جہالت، مکر، یا خود غرضی، بے غرضی اور انقلاب روزگار جیسے مسائل کا تذکرہ ملتا ہے۔

مرثیہ:

حالی نے مرثیہ میں بھی طبع آزمائی کی۔ انہوں نے شخص مرثیے لکھ کر ایک نئی بنیاد اُردو مرثیے میں رکھی۔ غالب اور حکیم محمود خان پر لکھے گئے ان کے مرثیے اُردو ادب میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

قصائد:

قصائد میں بھی حالی نے درباداری، خوشامد اور بے جا تعریف کے بجائے حقیقی تعریف و توصیف پر زور دیا ہے۔ میر عثمان علی خان کا قصیدہ اس رنگ کی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بہترین مثال ہے۔

مبارک تمہیں ملک کی گلہ بانی
مبارک رعیّت کی خدمت گزاری
مبارک ہو تم کو وہ دشوار منزل
جہاں چپّے چپّے پہ ہے ذمے داری

مسدّسِ حالی:

مسدّسِ حالی جس میں حالی نے مسلمانوں کے عروج و زوال کا ذکر کیا ہے، اُردو میں پہلی طویل ترین نظم ہے۔ اس نظم میں انہوں نے ایک طرح سے مسلمانوں میں بیداری کا شعور پیدا کیا ہے۔

مسدّس حالی کے علاوہ شکوہ ہند، مناجات بیوہ، چپ کی داد مشہور نظمیں ہیں۔ ان نظموں کی برجستگی اور خلوص متاثر کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ حالی کی طویل شاعرانہ زندگی غزل سے شروع ہوکر نظم جدید کے بانی کی حیثیت سے ختم ہوتی ہے۔ آج وہ جدید اُردو کے بانی کہلاتے ہیں۔

تصانیف:

خواجہ الطاف حسین حالی کی تصانیف کو ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلے دور کی تصانیف میں مناظر کا رنگ غالب ہے، دوسرے دور کی تصانیف پر سرسیّد کا اثر نمایاں ملتا ہے، مثلاً حیاتِ سعدی، یادگارِ غالب، حیات جاوید وغیرہ۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

علامہ اقبالؒ

پیدائش: ۱۸۷۷ء

وفات: ۱۹۳۸ء

قومی اور ملّی شاعر:

اقبالؒ ہماری اُردو شاعری کے عظیم قومی اور ملّی شاعر تسلیم کیے جاتے ہیں، گو کہ اُردو شاعری میں فکر و میلان کی ابتدا غالب کے کلام سے ہوتی ہے، لیکن غزل گو شاعر ہونے کی حیثیت سے وہ فلسفۂ حیات کو تسلسل کے ساتھ پیش نہ کر سکے، مگر حقیقتاً اقبال کو نورِ غالب کے فکری میلانات سے ہی حاصل ہوا۔ اسی طرح قومی شاعری کی ابتدا تو حالی نے کی، جس کی مثال ان کا عظیم الشان شاہکار ''مسدّس حالی'' ہے۔ یہ مسلمانوں کے عروج و زوال کی داستان ہے۔ حالی کی اسی ''لے'' کو اقبال نے اپنی آواز میں سمو کر ابھارا ہے۔

شاعری کی ابتدا:

اقبالؒ نے اپنی شاعری کی ابتدا غزل سے کی۔ اس زمانے میں شاعری پر داغ کا زیادہ اثر تھا۔ چناں چہ اقبالؒ نے بھی اسی رنگ کو اپنایا۔ لیکن داغ جیسا لطف ان کے انداز میں نہ آ سکا۔

نہ آتے ہمیں اس میں تکرار کیا تھی
مگر وعدہ کرتے ہوئے عار کیا تھی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عہدِ جدید کے نظریات:

اقبالؒ بعد میں داغ کی تقلید چھوڑ کر اپنے پرانے انداز کی طرف لوٹ آئے۔ جس نے ان کی غزلوں کو ایک نیا روپ اور نکھار بخشا۔ فکر و فلسفہ عہد جدید کے نظریات اور تصورات، خودی اور عشق و عمل جو کہ ان کی غزلوں کا موضوع رہا، باوجود اس کے غزل کی اپنی کیف ''لے'' میں کمی نہیں آئی۔

کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں تیری جبینِ نیاز میں
جو میں سر بہ سجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا
تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

نظم نگاری کا سفر:

بعد میں علامہ غزل کو چھوڑ کر رفتہ رفتہ نظم نگاری کے راستے پر آ گئے۔ ان کی ابتدائی نظموں میں وطن پرستی کا جذبہ نظر آتا ہے۔ وطن اور قوم کے متعلق شدید جذبات ملتے ہیں۔ ان کی اس دور کی نظموں میں ہمالہ، شوالہ، نالۂ یتیم، صدائے درد، ترانۂ ہندی، ہندوستانی بچوں کا گیت، وغیرہ نمایاں ہیں۔ لیکن جلد ہی اقبال وطن اور قوم کے محدود دائرے سے باہر نکل گئے اور اس کی جگہ عالمگیر قومیت اور اخوت کے پیام کو اپنا موضوع بنایا۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابہ خاکِ کاشغر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اقبالؒ اور اُن کی شاعری:

اقبالؒ کی شاعری وہ بانگِ درا ہے جس نے ہمارے خوابیدہ ذہنوں کو بیدار کیا، یہ دنیا میں ایک مسلم کی سی صحیح شان سے رہنے کا حوصلہ بخشتی ہے۔ ہمارے سوئے ہوئے ذہنوں کو بیدار کرتی ہے۔ ہماری فکر کو قوتِ پرواز بخشتی ہے اور مستقبل کی ایسی نوید دیتی ہے جس کے سہارے ہم اپنے مستقبل کو درخشاں بنا سکتے ہیں۔

مناظرِ فطرت پر بچوں کے لیے نظمیں:

علامہ نے مناظرِ فطرت پر بھی بہت سی نظمیں لکھیں۔ یہ نظمیں اقبالؒ کے احساسِ حُسن ہی کا شاہکار نہیں ہیں، بلکہ ان کے صاحبِ فکر و فن ہونے کی بیّن دلیل بھی ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے بچوں کے لیے صاف اور آسان زبان میں بھی نظمیں کہی ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں: بچے کی دُعا، ماں کا خواب، پرندے کی فریاد، پہاڑ اور گلہری، ایک مکڑا اور مکھی، ایک گائے اور بکری وغیرہ۔ یہ نظمیں بچوں اور بڑوں میں یکساں مقبول ہیں۔

لب پہ آتی ہے دُعا بن کے تمنا میری
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری
دور دُنیا کا مرے دم سے اندھیرا ہو جائے
ہر جگہ میرے چمکنے سے اُجالا ہو جائے

آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہُوا زمانہ
وہ باغ کی بہاریں وہ سب کا چہچہانا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آزادیاں کہاں وہ اب اپنے گھونسلے کی
اپنی خوشی سے آنا اپنی خوشی سے جانا

اقبالؒ اور مردِ مومن:

اقبالؒ کی شاعری میں مردِ مومن کا تصور صاف اور واضح ہے۔ مردِ مومن وہ ہے جو ہر بڑے سے بڑے طوفان کا رُخ موڑ دے۔ وہ ہر مصیبت سے نبرد آزما رہتا ہے۔ دُنیا کی کوئی شے اس کے حوصلے کو پست نہیں کر سکتی۔ کوئی بھی طاقت کوئی بھی قوّت اسے زیر نہیں کر سکتی۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

فلسفۂ خودی:

اقبالؒ کے ہاں خودی کا فلسفہ بھی ہے۔ خودی کا تصوّر انہوں نے جرمنی کے ماہر ریاضیات لائیبنز سے لیا ہے۔ اقبالؒ کی نظروں میں صاحبِ خودی تقدیر پرست نہیں بلکہ تقدیر کو خود بنانے والا ہوتا ہے۔ وہ اپنی خودی کے بل بوتے پر دنیا کو تسخیر کر لیتا ہے۔ یہ وہی مقام ہے کہ خود خدا بھی اپنے بندے سے اس کی رضا دریافت کرتا ہے۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

عقاب کا تصوّر:

شاہین یا عقاب جو کہ بلند پروازی اور ترقی کی علامت تصوّر کیا جاتا ہے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اس کا ذکر اقبالؒ کی شاعری میں بہت ہوا ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو بلندیوں کی انتہا تک پہنچنا چاہیے۔

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گُنبد پر
تُو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

غالب اور اقبالؒ

شاعری کی دُنیا میں جو عروج غالب کو ملا وہ بلند مقام اقبالؒ نے پایا۔ اگر ہم اُردو ادب کی رُوح تلاش کرنے کی کوشش کریں تو وہ اقبالؒ کی صورت میں ہمارے سامنے آئے گی۔ اقبالؒ کے بہت سے اشعار جو زندگی سے قریب تر ہیں، ہر خاص و عام کی زبان پر ہیں کہ جن کو لوگ اپنی تحریر و تقریر میں بالکل اسی طرح استعمال کرتے ہیں جیسے کہ غالب کے اشعار کو کیا جاتا ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا
اقبال بڑا اپدیشک ہے من باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا یہ غازی تو بنا، کردار کا غازی بن نہ سکا

نہیں ہے نا اُمید اقبالؔ اپنی کِشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حرفِ آخر:

علامہ اقبالؒ کا کلام نہ صرف اُردو ادب میں بلکہ فارسی ادب بھی ایک خاص مقام رکھتا ہے۔ پیامِ مشرق، جاوید نامہ، زبورِ عجم، اسرار و رموز وغیرہ فارسی زبان کے مجموعے ہیں، جب کہ ارمغانِ حجاز میں فارسی اور اُردو دونوں طرح کی شاعری ملتی ہے۔ اس کے علاوہ بانگِ درا، ضربِ کلیم اور بالِ جبریل اُردو زبان میں شاعری کے بہترین مجموعے ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نظیر اکبر آبادی

تعارف:

سیّد ولی محمد، نظیر اکبر آبادی کے نام سے اُردو شاعری کی دنیا میں پہچانے جاتے ہیں۔ ۱۷۳۵ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۳۰ء میں فالج کے حملے کے نتیجے میں وفات پا گئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد والد کے ساتھ دہلی آ بسے۔ بچپن میں باپ کے سائے سے محروم ہو گئے۔ کسی بزرگ کی سرپرستی نہ ہونے کے نتیجے میں بچپن ہی سے طبیعت آوارگی اور رنگین محفلوں کی طرف مائل ہو گئی۔ زندگی کو ہر رنگ میں اس کے اصلی روپ میں بڑے قریب سے دیکھا، لہٰذا شاعری جو ایک قدرتی عطیہ تھا اس کو اس انداز سے روزمرّہ کی زبان میں پیش کیا کہ ہر سننے اور پڑھنے والے کی زبان سے بے ساختہ یہ جملے نکل پڑتے کہ ''یہ ہمارے من کی بات ہے۔''

نظیر اکبر آبادی کی شاعری میں جہاں ان کی رنگین مزاجی اور آوارگی کو دخل ہے دوسری طرف یہ حقیقت بھی بڑی اہم ہے کہ آپ کی تعلیمی استعداد واجبی سی تھی۔ علم اور مطالعے کی کمی کی بنا پر آپ نے اپنی شاعری میں روزمرہ بولی جانے والی عوامی زبان کو استعمال کیا، لہٰذا ''عوامی شاعر'' کے نام سے پہچانے جانے لگے۔

نظیر کی شاعری کا زمانہ غزل گوئی کا دور کہلاتا ہے۔ نظیر بھی قدرتی طور پر غزل ہی کی طرف چل نکلے، لیکن کوشش کے باوجود طبیعت کو اس طرف مائل نہ پایا تو نظم کی طرف توجہ دی اور نظم میں ایسے مشہور ہوئے کہ اس حوالے سے پہچانے جانے لگے۔ ویسے بھی ان سے پہلے کوئی نظم کا شاعر نہ تھا۔ اپنی نظموں کو جو موضوعات انہوں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نے دیے وہ معاشرے کے روزمرہ کے واقعات تھے۔ مثلاً خوشی، غمی، غربت و مفلسی، عوامی مسائل و رسومات، میلوں اور تہواروں جیسے موضوعات، ہمارے معاشرے کی تہذیبی عکاسی کا نام ہے۔ ان کے علاوہ مذہبی تہوار اور موسم کے اتار چڑھاؤ پر بھی نظمیں ملتی ہیں۔

نظیر عوامی شاعر تو تھے ہی، لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیبؐ کی محبت سے بھی ہمہ وقت سرشار رہتے تھے، جس کا ثبوت ان کی وہ شاعری ہے جو اس سلسلے میں ہمیں ملتی ہے۔ اس حقیقت سے ہم کیسے انکار کریں کہ معرفت کی شاعری کی طرف ایک انسان اسی وقت مائل ہوسکتا ہے جب کہ اس کے رگ و پے میں عشق الٰہی سمندر کی بپھری ہوئی موجوں کی مانند موجزن رہتا ہو۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مولانا ظفر علی خان

تعارف:

موضع مہرتھ ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہونے والے ظفر علی خان اُردو نظم ونثر دونوں میدانوں کے شہسوار تھے۔علی گڑھ سے بی۔اے کیا۔حیدر آباد دکن کی علمی سرگرمیوں کا سن کر وہاں پہنچے۔یہ دور نظام دکن کی علمی سرپرستی کا تھا۔یہاں داغ مرحوم جیسے شعراء کی شہرت تھی۔مولانا ظفر علی خان بھی داغ مرحوم کے شاگرد ہوئے اور شاعری میں اصلاح لیتے رہے۔

حیدر آباد دکن میں ایک ادارہ ''دار الترجمہ'' کے نام سے تھا۔مولانا اس کے سیکریٹری مقرّر رہوئے اور بہت سی کتابوں کو انگریزی سے اُردو میں ترجمہ کیا۔کچھ عرصہ بعد لاہور واپس آ کر اپنے والد کے اخبار ''زمیندار'' کا کام سنبھالا۔

مولانا کی نظمیں سیاسی اور مذہبی دونوں نوعیت کی ہیں۔اللہ اور اس کے حبیبؐ کی محبت کے اشعار ''بہارستان'' نامی آپ کی تصنیف میں ملتے ہیں۔ان کی تصانیف خیالستان، چمنستان، نگارستان اور بہارستان اُردو ادب کے علمی خزانے میں انمول ہیروں کی مانند موجود ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فیض احمد فیض

تعارف:

۱۹۱۰ء میں پنجاب کے ایک چھوٹے سے گاؤں کالا قادر جو کہ ضلع سیالکوٹ میں واقع ہے، وہاں پیدا ہونے والا بچہ مستقبل کے جدید دور کا غالب اور اقبالؒ بن کر ایسا طلوع ہوا کہ شاعری کی دنیا کا روشن آفتاب کہلایا۔ سیالکوٹ سے بی۔اے، لاہور سے انگریزی اور عربی میں ایم۔اے کیا۔

۱۹۳۶ء میں ایم۔اے۔او کالج میں لیکچرار مقرر ہوئے اور پھر کچھ عرصے بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں استاد مقرر ہوئے، لیکن سات سال بعد ''پاکستان ٹائمز'' لاہور کے مدیر مقرر ہوئے۔ اخباری دنیا میں کافی نام پیدا کیا۔ ۱۹۵۱ء فیض کے لیے کوئی اچھا سال ثابت نہ ہوا، کیونکہ راولپنڈی سازش کیس کے الزام میں جیل کی چار دیواری کے پیچھے جانا پڑا۔ ان کی علمی کاوشوں کا شہرہ دنیا کے کونے کونے میں جا پہنچا تو دنیا والوں نے بھی ان کی پزیرائی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ جس کا ایک چھوٹا سا ثبوت ''لنین پرائز'' کی شکل میں ملتا ہے۔

۱۹۸۴ء میں اللہ کو پیارا ہونے والا فیض احمد فیض اپنی شاعری کے حوالے سے امر ہو گیا۔ ان کی شاعری حسین ترین تشبیہات اور الفاظ کی تراکیب کا دلکش لباس زیب تن کیے ہوئے ہے۔ ان کے اشعار جامع، مختصر بحروں میں حقیقت پسندی اور عمل کی زندگی کی ترجمانی کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ شاعری انسانی زندگی کی تلخ حقیقتوں سے نزدیک نظر آتی ہے۔ یہ شعر دار و رسن سے لے کر خونِ جگر تک ہر جگہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اجالے کی تلاش میں ظلم کے ہاتھوں ستائے ہوئے بنی نوع انسان کے لیے ہمت اور ایک نئی زندگی کے نقطۂ آغاز کی نوید بن کر ابد تک فیض کی یاد دلاتے رہیں گے۔ آپ کی خوبصورت تصانیف کی شکل میں ہمیں بہت سے کارہائے نمایاں ملتے ہیں۔ مثلاً: نقشِ فریادی، دستِ صبا، سرِ وادیِ سینا، صلیبیں میرے دریچے میں، میزان اور زندان نامہ وغیرہ۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ادبی مضامین.....

یادداشت

عنوان:.....صفحہ نمبر.....

ضروری نکات:.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ادبی مضامین.....

یادداشت

عنوان:.....صفحہ نمبر.....

ضروری نکات:.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ادبی مضامین.....

یادداشت

عنوان:.....صفحہ نمبر.....

ضروری نکات:.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ادبی مضامین.....

یادداشت

عنوان:.....صفحہ نمبر.....

ضروری نکات:.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas